23

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

7 تا 13 محرم الحرام 1448ھ / 23 تا 29 جون 2026ء

اس شمارے میں

بجٹ اور عالمی حالات......

جشنِ فتح یا نظامِ حق ؟

سانحۂ کربلا

ایثار وقربانی

شہادت گہ الفت

اسلامی پاکستان ہی اصل پاکستان ہے !

محرم الحرام کا پیغام

اللہ تعالیٰ نے ماہ محرم کو عزت واحترام اور حرمت وفضیلت کا مہینہ قرار دیا ہے۔ محرم الحرام ایثار، قربانی، اتحادِ اُمت، باہمی رواداری اور پُرامن بقائے باہمی کا درس دیتا ہے۔ مدینہ طیبہ سے میدان کربلا تک اسلام کے لیے عظیم قربانیوں کی تاریخ اسی ماہِ مبارک سے وابستہ ہے۔

جس طرح قبل از اسلام تاریخ کے ایسے عظیم واقعات اس ماہ مبارک میں پیش آئے جنہوں نے انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اسی طرح دورِ نبوت و رسالتؐ اور اسلام کے صدرِ اوّل میں ایسے واقعات پیش آئے کہ اُمتِ مسلمہ انہیں فراموش نہیں کرسکتی۔ خاص طور پر یکم محرم الحرام کو خلیفۂ دوم، مرادِ رسول ﷺ سیدنا عمر فاروق ؓ اور دس محرم الحرام کو نواسۂ رسولؐ سیدنا حسین ؓ کی اپنے قافلے اور خاندانِ نبوتؐ کے افراد کے ساتھ شہادت جیسے واقعات سے نہ صرف مسلمان بلکہ انسانیت اور تاریخِ انسانیت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ان اہم واقعات کی وجہ سے اُمت نے اسلام کی سربلندی کی جدوجہد کے سفر کو مدینہ اور کربلا سے وابستہ کرلیا ہے کہ خونِ شہادت سے اسلامی تاریخ سرخ رُو ہے اور مسلمانوں کا ایمانی جذبہ اس سے جدوجہد کا درس دیتا ہے اور زندگی کی حرارت محسوس کرتا ہے۔

ان قربانیوں کا سب سے بڑا درس یہ ہے کہ ذاتی جذبات وخواہشات اور مفادات کو کسی بھی عظیم مقصد کے حصول کے لیے قربان کردیا جائے۔ آج کے حالات میں جب اُمتِ مسلمہ بیرونی حملوں کا شکار اور چاروں طرف سے دشمن طاقتوں کے گھیرے میں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ داخلی طور پر رواداری اور پُرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر عمل کیا جائے اور اُمت میں انتشار کی ہر کوشش کو ناکام بنادیا جائے۔ یہی وقت کی ضرورت اور محرم الحرام کا پیغام ہے اور اُمت کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کی سب سے بڑی تدبیر بھی۔

مولانا عبدالرؤف فاروقی
ایک کالم سے اقتباس

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں !

الہدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1187

والدین کی اطاعت کی حدود

سُوْرَۃُ لُقْمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت:15

وَ اِنۡ جَاھَدٰكَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫
وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

آیت: ۱۵ ﴿وَاِنۡ جَاھَدٰكَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا﴾ ’’اور اگر وہ تم پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ شریک کرو اُس چیز کو جس کا تمہارے پاس کوئی علم نہیں تو اُن کا کہنا مت مانو۔‘‘

یہاں والدین کے اپنی اولاد کو شرک پر مجبور کرنے کے حوالے سے ’’جہاد‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ والدین کے تمام تر تقدس اور احترام کے باوجود انہیں اپنی حدود سے تجاوز کرنے اور اللہ کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ اگر والدین اپنی اولاد کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر مجبور کرنے لگیں تو اولاد اُن کے اس حکم کی تعمیل کسی قیمت پر نہیں کرے گی۔

﴿وَصَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫﴾ ’’اور دنیا میں ان کے ساتھ رہو بہتر انداز میں۔‘‘

ملاحظہ کیجیے اللہ تعالیٰ کے احکام کے اندر کس قدر خوبصورت توازن پایا جاتا ہے۔ اگر والدین کافر یا مشرک ہیں تو اُن کے تمام حقوق ہی ساقط ہو جائیں، بلکہ ایسی صورت میں بھی اُن کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿وَّاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ﴾ ’’اور پیروی کرو اُس شخص کی جو میری طرف رُخ کر چکا ہے‘‘

جہاں تک اتباع اور پیروی کا تعلق ہے تو وہ صرف اُسی شخص کی جائز ہے جو ہر طرف سے منہ موڑ کر کلی طور پر اللہ کی اطاعت میں آ چکا ہو۔ جو شخص بھی اللہ کی اطاعت اور حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے لوگوں کو دین کی طرف بلائے اس آیت کی رو سے اُس کا اتباع کرنا اور اُس کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

﴿ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ ’’پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہے، پھر میں تمہیں جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔‘‘

آخر کار تم سب نے میرے پاس ہی آنا ہے، والدین کو بھی میرے حضور حاضر ہونا ہے اور ان کی اولاد کو بھی۔ ان میں سے جس نے جو کیا ہو گا، وہ سب کچھ اُسے دکھا دیا جائے گا۔

درس حدیث

نیکی اور بُرائی کی کسوٹی

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ: كَيۡفَ لِیۡ اَنۡ اَعۡلَمَ اِذَا اَحۡسَنۡتُ وَاِذَا اَسَأۡتُ؟ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:
((اِذَا سَمِعۡتَ جِیۡرَانَكَ یَقُوۡلُوۡنَ: اَنۡ قَدۡ اَحۡسَنۡتَ فَقَدۡ اَحۡسَنۡتَ، وَاِذَا سَمِعۡتَهُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ قَدۡ اَسَأۡتَ فَقَدۡ اَسَأۡتَ)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مجھے کیسے پتہ چلے کہ میں نے اچھا کام کیا ہے یا بُرا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ تو نے اچھا (کام) کیا ہے تو یقین جان لے کہ فی الواقع تو نے اچھا (کام) کیا ہے اور جب تو اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تو نے بُرا (کام) کیا ہے تو تجھے سمجھ لینا چاہیے کہ تو نے یقیناً بُرا (کام) کیا ہے۔‘‘

مختصر تشریح: ہر شخص کے نیک یا برے ہونے کی متعلق بے لاگ رائے یا اُس کے اپنے گھر والوں کی ہو سکتی ہے یا اس کے ہمسائے کی۔ پڑوسی بتا سکتا ہے کہ فلاں شخص کے اخلاق کیسے ہیں؟ وہ لین دین میں کیسا ہے؟ وہ رحمدل ہے یا بدخواہ اور سنگدل ہے؟

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 محرم الحرام 1448ھ جلد 35
23 تا 29 جون 2026ء شمارہ 23

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجٹ اور عالمی حالات ......

وہ بھی زمانہ تھا جب بجٹ کا عام آدمی سے بڑا گہرا تعلق ہوتا تھا۔ ایک عمومی خوف کی لہر پھیل جاتی تھی کہ شاید کچھ بنیادی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء مہنگی ہو جائیں گی وگرنہ تمام سال کسی حکومتی اقدام سے مہنگائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مارکیٹ میں طلب اور رسد اپنی رسہ کشی میں مصروف رہتے تھے اور چیزیں مہنگی سستی ہوتی رہتی تھیں۔ البتہ یہ گزرے وقتوں کی باتیں ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں سے بجٹ تو محض ہندسوں کا ایک گورکھ دھندہ بن کر رہ گیا ہے۔ الفاظ اور اعداد و شمار کا ایک الٹ پھیر ہے، جسے بعض حلقے میڈیا ڈپلومیسی کا خوشنما نام بھی دیتے ہیں۔ لیکن اب درحقیقت بجٹ معاشی 'ڈپلومیسی' کے نام پر ملکی اور بین الاقوامی طور پر منافقت کا دوسرا نام ہے۔ گویا آئندہ سال کا بجٹ اور گزشتہ برس کی معاشی ناکامیوں یعنی پاکستان اکنامک سروے کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا بلکہ دونوں معاشی منافقت کا پلندہ بن کر رہ گئے ہیں۔ پیٹرول، بجلی، گیس وغیرہ، ادویات اور دیگر ضروریاتِ زندگی جن پر ہر گزرتے دن کے ساتھ حکومت کا کنٹرول بڑھتا جا رہا ہے اور حکومت پر آئی ایم ایف کا شکنجہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا ہے، ان تمام اشیاء ضروریہ کی قیمتوں میں بجٹ سے پہلے اور بعد کئی مرتبہ ہوش رُبا اضافہ کر دیا جاتا ہے اور ماہِ جون میں عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایسے بجٹ کی 'خوش خبری' سنا دی جاتی ہے جس پر تا قیامِ قیامت عمل درآمد نہیں ہونا ہوتا۔ عام آدمی پر نئے ٹیکسوں کا پہاڑ لاد کر یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس تو دراصل اشرافیہ پر لگایا گیا ہے۔ اشرافیہ، جسے ''استحصالیہ'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا، سے تعلق رکھنے والے تمام افراد اور اداروں کو خوب نوازا جاتا ہے۔

اپوزیشن واویلا مچاتی رہتی ہے اور جونہی اپوزیشن حکومت میں آتی ہے سیاہ سفید میں بدل جاتا ہے۔ پھر اُسے ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ مہنگائی کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والی اس وقت کی حکومت نے گزشتہ مالی سال 26-2025ء کا پاکستان اکنامک سروے اور پھر ایک دن بعد 27-2026ء کا بجٹ پیش کر دیا ہے۔ گزشتہ برس کی کارگزاری کی بات کریں تو دنیا کی پانچویں بڑی آبادی کے حامل ملک کی شرح نمو صرف 3.7 فیصد رہی جو پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سرمایہ کاری کی تمام جزئیات تو بری طرح گرتی نظر آئیں لیکن ایسا فارمولا لگایا گیا کہ کُل سرمایہ کاری بڑھتی دکھائی دی۔ شاید صرف کاغذوں میں ہی کیونکہ گلی محلوں میں چھوٹا دکاندار اور کھیتوں کھلیانوں میں چھوٹا کاشتکار ماتم کرتے نظر آئے۔ چھوٹی صنعتوں میں ہو کا سا عالم ہے کچھ عالمی حالات کے نتیجہ میں لیکن زیادہ سودی قرض کے اژدھے، اشرافیہ نوازی اور کرپشن کے باعث۔ اکنامک سروے میں جو بتایا گیا ہے اُن اعداد و شمار کو دہرانے کی حاجت نہیں کیونکہ گزشتہ ایک برس کی اصل معاشی کارکردگی یا صحیح ترین الفاظ میں مہنگائی کا کوہِ ہمالیہ ہر پاکستانی سر پر اُٹھائے پھرتا رہا ہے۔ گویا آئی ایم ایف اور دیگر عالمی مالیاتی ادارے ہی نہیں جونکوں کی صورت

میں چھٹی اندرونی اشرافیہ بھی ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خاتمہ کے حوالے سے 28اپریل 2022ء کے معرکۃ الآراء فیصلہ کو آئے 4 برس سے زیادہ گزر چکے لیکن حکومت وعدالت، سرکاری ونجی ادارے اور افراد تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کو ختم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ وعدے اور دعوے معنی اُس وقت رکھتے ہیں جب عمل کی طرف کوئی پیش رفت ہو۔ بہر حال گزشتہ سال اگر معیشت بدستور وینٹی لیٹر پر رہی تو حالت خطرہ سے باہر نکلنے کا آئندہ سال بھی کوئی امکان دکھائی نہیں دے رہا۔

بجٹ برائے مالی سال 27-2026ء جو اس مرتبہ عیدِ قربان کے نصف ماہ بعد اور محرم الحرام 1448ھ کے آغاز سے چند دن پہلے آیا ہے اُس میں عوام سے مزید قربانیاں طلب کر لی گئی ہیں۔ کُل حجم 18.771 کھرب روپے ہے جس میں سے تقریباً 8 کھرب روپے تو قرضوں پر سود کی مد میں خرچ ہوں گے۔ پھر 7 کھرب روپے کا خسارہ ہے جو مزید سودی قرض لے کر پورا کیا جائے گا۔ گویا 15 کھرب تو موجودہ قرض پر سود کی ادائیگیوں اور نئے سودی قرض کی نظر ہو جائے گا۔ ایف بی آر کے چیئرمین نے 3 برس قبل انکشاف کیا تھا کہ اُن کے ادارے میں سالانہ 700 ارب روپے سے زائد کی کرپشن ہوتی ہے۔ اب وہی ادارہ 15.26 کھرب روپے کے ٹیکس اکٹھے کرے گا۔ بتایا جا رہا ہے کہ ٹیکس سے عوامی بہبود ہوگی لیکن ٹیکس کا بیشتر بوجھ عوام کو برداشت کرنا پڑے گا۔ بڑے جاگیردار، بڑے سرمایہ دار، سیاست دان، جج، جرنیل اور بیوروکریٹس تو ملک کی ترقی وخوشحالی کے لیے منصوبے بناتے ہیں، وہ کیوں زیادہ ٹیکس ادا کریں گے۔ ایسے حالات میں کہ طاغوتی قوتیں پاکستان کو شکار کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں، دفاعی بجٹ صرف 3 کھرب روپے رکھا گیا۔ لیکن ہمیں یقینِ واثق ہے کہ دفاع کے ذِمّہ دار اپنا حصّہ وصول کر کے رہیں گے کیونکہ اُن کے بوٹ بھاری ہیں اور چھڑی سخت!

بہر کیف اس حقیقت سے انکار اب ناممکن ہے کہ بجٹ اور قومی اقتصادی سروے نے ثابت کر دیا ہے کہ ملکی معیشت کی تباہی کی بنیادی وجہ سودی قرض ہے۔ جب تک اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ کو ختم نہیں کیا جاتا ملکی معیشت میں بہتری ناممکن ہے۔ حکومت کے اپنے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان پر اِس وقت کُل 83.3 کھرب روپے کا سودی قرض ہے، جس میں 69 فیصد اندرونی قرض جبکہ 31 فیصد بیرونی قرض ہے۔ سوال یہ ہے کہ ملک کے اندرونی سودی قرض، جو پاکستان پر کُل قرض کا تقریباً دو تہائی ہے، اُس کے حوالے سے سود کے خاتمے اور صرف اصل زر باقی رکھنے کا قدم اُٹھانے سے کترانے کی وجہ کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک حکومت وفاقی شرعی عدالت کے 2022ء کے فیصلہ، جس کے مطابق حکومت کو پابند کیا گیا ہے کہ ہر نوع کے سود کو مکمل طور پر ختم کیا جائے اور ملکی معیشت کو اسلامی اصولوں کے مطابق اُستوار کیا جائے، پر عمل درآمد کے راستے میں تمام رکاوٹوں کو فوری طور پر دور نہیں کرتی، جب تک اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جاری اس جنگ کو ختم نہیں کرتی، ملکی معیشت نحوست اور بربادی کا شکار ہی رہے گی۔ پاکستان کے معاشی مسائل کا حل صرف یہی ہے کہ ملکی معیشت کو مکمل طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق اُستوار کیا جائے۔

❁❁❁

اُمّتِ مُسلمہ ہوش کے ناخن لے!

امریکہ-ایران ''جنگ بندی'' و''امن معاہدہ'' کے ایم او یوز MOUs پر اتفاق بھی ہو گیا۔ امریکی صدر، ایرانی صدر اور پاکستان کے وزیر اعظم کے دستخط بھی ہو گئے۔ 'وقتی طور پر' آبنائے ہرمز بھی کھل گئی ہے۔ ایران نے جُرأت اور خودداری کا مظاہرہ کیا۔ مذاکرات میں پاکستان سمیت چند دیگر مسلم ممالک نے کردار بھی ادا کر دیا لیکن اب ٹرمپ پاکستان کا نام بھی نہیں لے رہا بلکہ کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کروانے میں قطر نے اہم کردار ادا کیا چنانچہ وزیر اعظم پاکستان اور دیگر ریاستی عہدیداروں کے لیے واضح پیغام ہے کہ امریکہ بہادر کی چاپلوسی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ وہ استعمال کر کے پھینک دیتا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ اسرائیل کو کون روکے گا؟ اسرائیل کے وزیر اعظم، وزیر دفاع اور وزیر برائے قومی سلامتی تو اس معاہدے کے پابند ہونے سے ہی انکاری ہیں اور جنوبی لبنان پر قبضہ و حملے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ امریکی صدر اور نائب صدر کے اسرائیل کے خلاف بظاہر تادیبی بیانات، بیان بازی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ناجائز صہیونی ریاست غزہ اور مغربی کنارے میں بدستور مسلمانوں کی نسل کُشی کر رہی ہے۔ جبکہ امریکہ نے 'معاہدے' کے بعد لبنانی مجاہدین پر مزید پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ کے حوالے سے اُن کے مذموم مقاصد واضح ہیں اور گریٹر اسرائیل کے دجالی منصوبے کو ختم کرنے پر وہ تیار نہیں۔ اصل جیت کس کی ہوئی؟ اُمّتِ مُسلمہ ہوش کے ناخن لے!

❁❁❁

جشنِ فتح یا نظامِ حق؟

شجاع الدین شیخ
امیر تنظیم اسلامی

پاکستان کی پوری قوم ہی نہیں ساری دنیا نے یہ دیکھا کہ مئی 2025ء میں پاکستان کو عطا ہونے والی غیر معمولی عسکری و سفارتی کامیابی کے بعد اِس سال ''معرکہ حق'' کے عنوان سے ملک بھر میں تقریبات منعقد کی گئیں۔ بلاشبہ ایک دشمن قوت کے مقابلے میں کامیابی پر پوری قوم کا خوش ہونا فطری امر ہے۔ قوموں کی تاریخ میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جو اُن کے اعتماد، حوصلے اور اجتماعی شعور کو نئی زندگی عطا کرتے ہیں۔ پاکستان کے لیے بھی یہ کامیابی ایسا ہی ایک لمحہ تھی۔ پوری قوم نے اسے اپنی عسکری قوت، سفارتی حکمتِ عملی اور قومی اتحاد کی علامت قرار دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا صرف اس انداز میں جشن منا لینا ہی کسی فتح کا اصل تقاضا ہوتا ہے؟ کیا مسلمان فتوحات کو محض نعروں، یادگاروں اور تقریبات کے ذریعے یاد کیا کرتے تھے؟ یا اُن کی فتوحات کا کوئی بلندتر مقصد اور پیغام بھی ہوا کرتا تھا؟

یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنی تاریخ کے سب سے عظیم الشان فتح یعنی ''فتح مکہ'' کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ جب دس ہزار جاں نثار صحابہ کرام ؓ کے ساتھ فتح کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو وہ منظر انسانی تاریخ کی سب سے عظیم فتح کا منظر تھا۔ وہی اہلِ مکہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا، آج آنحضور ﷺ کے قدموں میں تھے۔ لیکن اس عظیم فتح کے موقع پر نہ کوئی تکبر تھا، نہ غرور، نہ انتقامی جذبہ اور نہ ہی طاقت کے نشے میں کوئی جشن۔ حضور اکرم ﷺ کا سر مبارک عاجزی سے اِس قدر جھکا ہوا تھا کہ پیشانی مبارک اونٹنی کے کجاوے سے لگی ہوئی تھی۔ زبان مبارک پر شکرِ الٰہی کے کلمات تھے اور اعلان یہ تھا: ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔''

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ عاجزی، شکر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عہد کی تجدید کا انداز تھا۔ اُس فتح کا مقصد صرف مکہ پر قبضہ حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ اللہ کے دین کو غالب کرنا اور انسانیت کو ظلم، جاہلیت اور طاغوتی نظام سے نجات دلانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح کے بعد سب سے پہلا کام بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرنا تھا۔ گویا مسلمان جب فتح حاصل کرتے تھے تو اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی کو مقدم رکھتے تھے۔ آج ہم اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں تو احساس ہوتا ہے کہ ہم نے فتوحات کے حقیقی مفہوم کو کہیں کھو دیا ہے۔ آج ہماری تقریبات میں شکر کے بجائے فخر و غرور اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی، جیسے رقص و سُرود کی محافل منعقد کرنا، زیادہ نمایاں نظر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے اپنی صلاحیتوں کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرنے کے بجائے ایسے اقدامات کیے جا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو دعوت دیتے ہیں۔ سودی معیشت جوں کی توں قائم ہے، مغربی تہذیب کی یلغار بڑھتی جا رہی ہے، خاندانی نظام کمزور کیا جا رہا ہے اور بے حیائی کو ''آزادی'' کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ہم صرف داخلی حالات ہی نہیں بلکہ عالمی سیاست کے بدلتے ہوئے منظرنامے کو بھی سمجھیں۔

آج دنیا ایک نئے عالمی تصادم کی طرف بڑھ رہی ہے۔ امریکہ اور چین بظاہر ایک دوسرے کے حریف ہیں، لیکن دونوں کی ترجیحات میں مسلم دنیا کہیں نہ کہیں محض ایک مہرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ امریکہ مشرقِ وسطیٰ میں اپنی بالادستی برقرار رکھنا چاہتا ہے، جبکہ چین تجارت اور سرمایہ کاری کے ذریعے عالمی قوت بننے کے خواب میں مصروف ہے۔ دونوں طاقتیں اپنے اپنے مفادات کے لیے مسلم ممالک کے وسائل، جغرافیے اور سیاسی حالات کو استعمال کر رہی ہیں۔ امریکہ کی موجودہ پالیسیوں کو دیکھ کر اب یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ واشنگٹن کی اصل وفاداری اسرائیل کے ساتھ ہے۔ غزہ میں ہزاروں معصوم بچوں اور خواتین کی شہادت کے باوجود امریکہ مسلسل اسرائیل کو عسکری اور سیاسی تحفظ فراہم کر رہا ہے۔ مغربی کنارے پر قبضے کے منصوبے، مسجد اقصیٰ کے خلاف بڑھتی ہوئی سازشیں اور ''گریٹر اسرائیل'' کا خواب دراصل اُس صہیونی ایجنڈے کا حصہ ہیں جس کی تکمیل کے لیے پورا خطہ جنگ کی آگ میں جھونکا جا رہا ہے۔ ایران کے ساتھ حالیہ کشیدگی اور جنگی صورتِ حال بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ ایک عرصے سے خطے میں ''امن'' کا راگ الاپتے رہے، لیکن جب ایران نے مستقل جنگ بندی کے لیے اپنی شرائط پیش کیں تو اُنہیں مسترد کر دیا گیا۔ اِس سے واضح ہو گیا کہ امریکہ کا مقصد امن نہیں بلکہ اسرائیل کے مفادات کا تحفظ ہے۔ اسرائیل چاہتا تھا کہ ایران کو مکمل طور پر کمزور اور پسپا کر دیا جائے تاکہ خطے میں اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ لیکن الحمدللہ حالات نے وہ رُخ اختیار نہیں کیا جس کی توقع امریکہ اور اسرائیل کر رہے تھے۔ یہاں پاکستان کا کردار اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ پاکستان نے نہ صرف مسلسل سفارتی سطح پر ثالثی اور کشیدگی کم کرنے کی کوشش کی بلکہ عالمِ اسلام میں ایک متوازن آواز کے طور پر بھی اپنا کردار ادا کیا۔ اگرچہ عالمی طاقتوں نے پاکستان کی کوششوں کو کھل کر تسلیم نہیں کیا، لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایران کے معاملے میں مکمل جنگی تباہی کو روکنے میں پاکستان کی سفارتی حکمتِ عملی اور عسکری وقار نے اہم کردار ادا کیا۔ امریکہ اور اسرائیل یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلم دنیا حسبِ سابق منتشر اور کمزور رہے گی، لیکن پاکستان کی مضبوط پوزیشن اور عالمِ اسلام میں اُس کے اثر نے اُن کے منصوبوں کو مکمل کامیابی حاصل نہ ہونے دی۔ یہ لمحہ پاکستان کے لیے محض فخر کا نہیں بلکہ شکر گزاری اور ایک عظیم ذمہ داری کے احساس کا ہے۔ اگر پاکستان واقعی عالمِ اسلام کی امید بننا چاہتا ہے تو اُسے اپنی بنیادوں کی طرف لوٹنا ہوگا۔ یہ ملک صرف جغرافیے کا نام نہیں بلکہ ایک نظریے کا نام ہے۔ علامہ اقبالؒ نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا وہ مغرب

کی تہذیبی غلامی میں جکڑا ہوا ملک نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ نظام کا علمبردار تھا۔ اور قائداعظم نے بھی اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ اور خلافت راشدہ سے رہنما اصول لینے کی بات کی تھی۔

ابھی وقت ہے کہ ہم فتح کے جشن سے آگے بڑھ کر فتح کے مقصد کو سمجھیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت صرف اُن قوموں کو حاصل ہوتی ہے جو اُس کے دین کے ساتھ مخلص ہوں، جو عدل قائم کریں، جو اپنی معیشت، سیاست اور معاشرت کو قرآن وسنت کے تابع کریں اور جو اپنی کامیابیوں پر تکبر کے بجائے عاجزی اختیار کریں۔

معرکۂ حق کا اصل پیغام یہی ہے کہ مسلمان وقتی فتوحات کے نشے میں گم ہونے کے بجائے اپنی اصل ذمہ داری کو پہچانیں۔ پاکستان نے اگر اپنے اسلامی تشخص کو مضبوط کر لیا، اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کا محور بن گیا اور اللہ کے نظام کے نفاذ کی جدوجہد کو اپنا ہدف بنا لیا تو وہ دن دور نہیں جب یہی پاکستان عالمِ اسلام کی حقیقی قیادت کرتے ہوئے طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں ایک مضبوط دیوار بن جائے گا۔ ان شاء اللہ!

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی شرقی کے مبتدی رفیق محترم جاوید قریشی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 2 کے رفیق محترم غضنفر انصاری کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0322-2224876

☆ قرآن اکیڈمی لاہور، شعبہ سمع وبصر کے کارکن محترم محمد شعیب کا بیٹا وفات پا گیا۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے ڈرائیور محترم محمد شریف کے تایا وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

پریس ریلیز 19 جون 2026ء

جنگ بندی سمجھوتا خوش آئند، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا اسرائیل اپنے مذموم مقاصد سے باز آ جائے گا؟ پاکستان ایران پر پابندیوں کے خاتمے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے تجارت بڑھائے اور عوام کو ریلیف دے۔ مسلم ممالک یہ نہ بھولیں کہ امریکی واسرائیلی تاریخ معاہدوں کی خلاف ورزی سے بھری پڑی ہے۔

شجاع الدین شیخ

جنگ بندی سمجھوتا خوش آئند، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا اسرائیل اپنے مذموم مقاصد سے باز آ جائے گا؟ پاکستان ایران پر پابندیوں کے خاتمے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے تجارت بڑھائے اور عوام کو ریلیف دے۔ مسلم ممالک یہ نہ بھولیں کہ امریکی واسرائیلی تاریخ معاہدوں کی خلاف ورزی سے بھری پڑی ہے۔

ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کو ایران اور امریکہ کا جنگ بندی کے ایم او یوز MOUs پر اتفاق کرنے پر جشن منانے کی بجائے کڑی نظر رکھنا اور مؤثر حکمتِ عملی بنانا ہوگی تاکہ آئندہ 60 دنوں کے دوران اسرائیل اور صہیونی نواز قوتوں کو اس کی خلاف ورزی کرنے سے روکا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے وزیر اعظم، وزیر دفاع اور وزیر برائے قومی سلامتی تو پہلے ہی اس 'سمجھوتے' سے اعلانِ برأت کر چکے ہیں۔ صہیونی یہ اعلان کر چکے ہیں کہ اسرائیل اپنے اہداف کو حاصل کرنے سے نہیں رکے گا اور جنگ بندی نہیں کرے گا کیونکہ اسرائیل اِس سمجھوتے کا شراکت دار ہی نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکی صدر اور نائب صدر کے بظاہر اسرائیل مخالف بیانات کو بھی صرف نظر کا دھوکہ ہی سمجھا جائے کیونکہ امریکہ اور اسرائیل دونوں ماضی میں بھی معاہدے کرتے اور پھر توڑتے رہے ہیں۔ امریکہ نے ایک طرف 60 روز کے لیے 'عارضی جنگ بندی' کے سمجھوتے پر دستخط کر دیے ہیں اور ایم او یوز میں لبنان میں جنگ بندی بھی شامل ہے لیکن عملی طور پر وہ اسرائیل کا مکمل ساتھ دے رہا ہے اور نام نہاد 'معاہدے' کے ایک دن بعد ہی لبنانی مجاہدین پر مزید پابندیاں لگا دی ہیں۔ دوسری طرف اسرائیل جنوبی لبنان پر قبضہ جمائے ہوئے ہے اور اب شمالی لبنان پر بھی بمباری شروع کر چکا ہے۔ ان حالات میں اگلے 60 دن 'سمجھوتے' کے ثالث پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے لیے کڑا امتحان ہوں گے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ پاکستان کو خطے اور عالمی سطح پر عالمِ اسلام کے مفادات کے دفاع کے لیے اگر کچھ کام کرنا ہے تو پہلے اپنی نظریاتی اساس کی طرف لوٹنا ہوگا۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر اندرونی طور پر استحکام حاصل کرنا ہوگا۔ ایران پر لگی پابندیوں کے خاتمے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے تجارت بڑھائی جائے۔ ایران پاکستان گیس پائپ لائن پر جلد از جلد کام مکمل کیا جائے اور ایران سے سستا تیل حاصل کیا جائے، تاکہ عوام کو ریلیف مل سکے۔ خطے میں ایران اور دیگر مسلم ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے میں بھی اپنا کردار ادا کرتا رہے۔ طاغوتی قوتوں کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملانے کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے کہ مسلم ممالک آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ سیاسی، معاشی اور عسکری اتحاد قائم کریں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سانحۂ کربلا

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے لے کر کربلا کے سانحۂ فاجعہ تک مسلمانوں کی آپس میں جو مسلح آویزش رہی ہے' اس میں درپردہ اُن سبائیوں ہی کا ہاتھ تھا۔ مستند تواریخ اس حقیقت پر شاہد ہیں' البتہ ان کو نگاہِ حقیقت بین اور انصاف پسندی کے ساتھ پڑھنا ہوگا۔

[سورۃ البقرہ کی آیات 152 تا 157 کی تلاوت اور ادعیہ مسنونہ کے بعد]

10 محرم الحرام ''یوم عاشوراء'' کہلاتا ہے۔ یقیناً یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ 10 محرم الحرام سن 61 ہجری کو ایک نہایت افسوس ناک حادثہ دشتِ کربلا میں پیش آیا تھا' جس میں سبطِ رسولؐ سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما اور آپؓ کے خانوادے کے اکثر افراد نیز آپؓ کے اعوان و انصار کی کثیر تعداد نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ اس حادثہ کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جانی چاہیے کہ یہ اچانک ظہور پذیر ہونے والا حادثہ نہیں تھا بلکہ درحقیقت اسی سبائی سازش کا ایک مظہر تھا جو پورے پچیس سال قبل اس سے بھی کہیں زیادہ افسوس ناک حادثے کو جنم دے چکی تھی' یعنی نبی اکرم ﷺ کے دوہرے داماد اور تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت۔

جب نبی اکرم ﷺ نے تاریخ کا عظیم ترین معجزہ دنیا کو دکھادیا یعنی ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط﴾ کا نقشہ بالفعل قافلۂ انسانیت کو چشمِ سر سے دیکھنے کا موقع فراہم فرمادیا اور ایک وسیع وعریض خطۂ زمین پر حق کو بالفعل قائم ونافذ فرماکر رہتی دنیا تک کے لیے ایک کامل نمونہ پیش فرمادیا تو حق غالب اور باطل سرنگوں ہوگیا۔ لیکن باطل نے انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آخری مرحلے میں وہی روش اختیار کی کہ وقتی طور پر شکست تسلیم کرکے وہ اس انتظار میں رہا کہ موقع آئے تو میں وار کروں اور کاری وار کروں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے انتقال کے فوراً بعد فتنوں کا ہجوم اُٹھ کھڑا ہوا۔ کئی کاذب مدعیانِ نبوت میدان میں آگئے اور ان کے ساتھ کافی جمعیت ہوگئی۔ پھر مانعین ومنکرین زکوٰۃ سے سابقہ پیش آیا اور اہلِ ایمان کو بیک وقت ایسے عظیم فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا کہ وقتی طور پر تو محسوس ہوتا تھا کہ حق کا چراغ اب بجھا کہ بجھا! یہ درحقیقت وہ انقلاب دشمن قوتیں (Revolutionary Forces-Counter) تھیں جن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے واقعتاً صدیق ہی نہیں بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت درکار تھی۔ صدیق دراصل نبی کا عکسِ کامل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثابت کردیا کہ جس انقلاب کی تکمیل نبی اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس فرمائی تھی' اس کے خلاف آپؐ کی وفات کے بعد جو ردّعمل ظاہر ہوا' اس کی سرکوبی کرنے کی پوری صلاحیت اور عزیمت اور آہنی قوتِ ارادی ان کے نحیف و نزار جسم میں موجود تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے انقلاب کو مستحکم (Consolidate) کیا اور زمامِ کار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے کرکے وہ بھی اپنے مالکِ حقیقی کی طرف مراجعت فرماگئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ نگیں عراق و شام و فارس (ایران) کے پورے کے پورے ملک اور شمالی افریقہ کا مصر سے مراکش تک کا وسیع علاقہ آگیا اور اس پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور اللہ کا دین غالب ونافذ ہوگیا۔ اس کے ردّعمل میں مخالفانہ تحریکیں (Reactionary Movements) اُٹھ کھڑی ہوئیں! چنانچہ باطل نے پہلا وار کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات پر۔ باطل پرست یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ پوری عمارت اسی ایک ستون پر کھڑی ہے' اس کو گرا دو تو عمارت زمین بوس ہوجائے گی۔ الحمد للہ کہ اُن کی توقع غلط ثابت ہوئی اور عمارت برقرار رہی۔ یہ خالص اہلِ فارس کی سازش تھی۔ ابولؤلؤ فیروز پارسی غلام اور اس کی پشت پر ہرمزان اہلِ فارس کا ایک جرنیل تھا۔

اس سازش کی ناکامی کے بعد جو دوسرا وار ہوا' وہ بہت کاری وار تھا۔ اس میں یہود کی عیاری اور کیادی شامل تھی۔ ان کا سازشی ذہن اور اس میں مہارت ضرب المثل بن چکی ہے۔ عبداللہ بن سبا یمن کا ایک یہودی اُٹھا' اسلام کا لبادہ اوڑھا' مدینہ منورہ میں آکر قیام کیا اور نئے نئے شگوفے چھوڑنے شروع کردیے۔ کہیں محبت آلِ رسولؐ کے پردے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق وسوسہ اندازی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت کا پروپیگنڈا کیا۔ اُس نے کہا کہ ہر نبیؑ کا ایک وصی ہوتا ہے اور وہی خلافت کا حق دار ہوتا ہے' تو اصل میں حضور ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا خلافت کے حق دار وہ ہیں۔ ان کی بجائے جو بھی مسندِ خلافت پر فائز ہوا یا اب ہے' وہ غاصب ہے۔ کہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے عقیدے کا پرچار کیا جس سے اسلام کی جڑ ''توحید'' پر کاری ضرب لگتی ہے۔ ایرانی نومسلم جن کی گھٹی میں نسلاً بعد نسلٍ شاہ پرستی اور Hero Worship پڑی ہوئی تھی اور جو نسب کی بنیاد پر اقتدار کی منتقلی کے خوگر تھے' ان پر اس کا کتنا گہرا اثر ہوا ہوگا!

ان باتوں نے سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں گھر کرنا شروع کردیا۔ یہ شخص مدینہ سے بصرہ گیا' وہاں بھی اُس نے اپنا ایک مرکز قائم کیا۔ پھر کوفہ گیا' وہاں اس نے اپنا ایک مرکز قائم کیا۔ دمشق جاکر وہاں کوشش کی لیکن وہاں دال نہ گلی۔ پھر مصر گیا' وہاں اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت پیدا کی۔ یوں ہر طرف اُس نے ایک فتنہ وفساد کی فضا پیدا کردی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری دو سال اس فتنہ وفساد کی نذر ہوگئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی جو تاریخ انسانی کی عظیم ترین مظلومانہ شہادت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ اس وقت عظیم ترین مملکت کے فرماں روا تھے' لاکھوں کی تعداد میں فوجیں موجود تھیں جو اُن کے اشارے پر کٹ مرنے کے لیے تیار تھیں۔ جب مٹھی بھر باغیوں نے اس شہیدِ مظلوم کا محاصرہ کررکھا تھا تو مختلف صوبوں کے گورنروں کی طرف سے استدعا آرہی تھی کہ ہم کو اجازت دیجیے کہ ہم فوجیں لے کر حاضر ہوجائیں اور ان باغیوں کی سرکوبی کریں' لیکن وہ امامِ وقت یہ عزم کیے ہوئے تھے کہ میں اپنی جان کی حفاظت و مدافعت میں کسی کلمہ گو کا خون بہانے کی اجازت نہیں دوں گا۔

حضرت حسن، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دروازے پر پہرے دار تھے لیکن باغی پیچھے سے دیوار پھاند کر گئے اور اس ہستی کو شہید کر دیا جس کو ذوالنورین کا لقب حاصل تھا اور جس سے نبی اکرم ﷺ راضی تھے اور جس کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں، تو بھی اُس سے راضی رہیو۔''

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت کے پورے پونے پانچ برس باہم خانہ جنگی میں گزرے۔ اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ اس سارے فتنے کی آگ بھڑکانے والے عبداللہ بن سبا کے حواری خوارج تھے، اور انہی میں سے ایک نے بعد میں حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کوفہ میں حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔ تاہم آنجنابؓ نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ اس طرح تقریباً پانچ سال کے اختلاف، افتراق، انتشار اور باہمی خانہ جنگی کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب پورا عالمِ اسلام ایک وحدت بن گیا۔ واضح رہے کہ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے بیعتِ خلافت لی۔ اس صلح کے واقعہ پر حضرت حسنؓ نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا کہ ''اگر خلافت ان کا یعنی حضرت معاویہؓ کا حق تھی تو ان تک پہنچ گئی اور اگر میرا حق تھی تو میں نے بھی اُن کو سونپ دی۔ جھگڑا ختم ہوا۔'' یہ وہ بات تھی جس کی پیشین گوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی کہ میرے اس بیٹے یعنی حضرت حسنؓ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک وقت میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا۔ یہ خصوصی مقام اور رتبہ ہے جناب حسنؓ کا۔ ع ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!'' لیکن سازشی سبائی اس صورتِ حال سے سخت مشتعل تھے۔ انہوں نے حضرت حسنؓ پر طعن کیا، لیکن اللہ تعالیٰ اس اُمت کی طرف سے قیامت تک حضرت حسنؓ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُن کے اس ایثار کی بدولت وہ رخنہ بند ہو گیا اور وہ دراڑ پُر ہو گئی جو عالمِ اسلام میں اس آپس کے خلفشار کی وجہ سے پڑ گئی تھی۔

حضرت معاویہؓ کے عہدِ خلافت کے یہ بیس سال امن کے سال ہیں۔ باہمی خانہ جنگی ختم ہو گئی۔ ع ''ہوتا ہے جادۂ پیما پھر کارواں ہمارا'' کی کیفیت پیدا ہوئی اور دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے عمل کا احیاء ہوا۔ توسیع از سرِ نو شروع ہوئی۔ فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ یہ بیس سالہ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد اُمت کی تاریخ میں جتنے بھی ادوار آئے ہیں ان میں سب سے افضل اور بہتر دور ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ سربراہِ حکومت ایک صحابیؓ ہیں۔ ان کے بعد معاملہ آتا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا لیکن وہ صحابی نہیں ہیں، تابعی ہیں۔ ع ''گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی''۔ ہم کسی غیر صحابی کو صحابی کے ہم پلہ اور ہم مرتبہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اہلِ سنّت کا مجمع علیہ عقیدہ ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ بھی اُمت کے بڑے سے بڑے ولی سے افضل ہے۔

اس کے بعد آتا ہے امیر یزید کی بحیثیت ولی عہد نامزدگی اور پھر یزید کے دورِ حکومت میں سانحۂ کربلا کا واقعہ جو دردناک بھی ہے اور افسوس ناک بھی اور جس نے بلاشک و شبہ تاریخ اسلام پر بہت ہی ناخوشگوار اثرات چھوڑے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے مشورہ دیا (جو مسلمہ طور پر ایک نہایت ذہین و فہیم، مدبر اور دُور رس نگاہ رکھنے والے صحابی مانے جاتے ہیں) کہ ''دیکھئے مسلمانوں میں آپس میں جو کشت و خون ہوا اور پانچ برس کا جو عرصہ آپس کی لڑائی جھگڑے میں گزرا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد پھر وہی حالات پیدا ہو جائیں۔ لہٰذا اپنی جانشینی کا مسئلہ اپنی زندگی ہی میں طے کر کے جایئے''۔ مغیرہ بن شعبہؓ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ کے پورے عہدِ حکومت میں وہ حضرت علیؓ کے بڑے حامیوں (Supporters) میں رہے اور ہر مرحلے میں انہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ لیکن وہ اُمت کے حالات کو دیکھ رہے تھے۔ آپس کی خانہ جنگی کا انہیں تلخ اور دردناک تجربہ ہوا تھا۔ حالات میں بہت کچھ تبدیلی آ چکی ہے، یہ 60 ہجری کے لگ بھگ کا زمانہ ہے۔ آنحضور ﷺ کی وفات پر پورے پچاس برس گزر چکے ہیں۔ کبار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظیم اکثریت اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ چند صغار صحابہؓ کو چھوڑ کر تقریباً ننانوے فی صد لوگ تو بعد کے ہیں۔ پھر وہ جوش و جذبۂ ایمانی بھی پچاس سال کے بعد اس درجے کا نہ رہا تھا جو خلافتِ راشدہ کے ابتدائی پچیس سال تک نظر آتا ہے۔

لہٰذا ان حالات میں حضرت مغیرہؓ کی سمجھ میں مصالحِ اُمت کا یہی تقاضا آیا کہ امیر معاویہؓ اپنا کوئی جانشین نامزد فرما دیں، چونکہ اس وقت فی الواقع بحیثیت مجموعی اُمت کے حالات اس جمہوری اور شورائی مزاج کے متحمل نہیں رہے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا فرمایا تھا۔ لہٰذا حالات کے پیشِ نظر ایک سیڑھی نیچے اتر کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مغیرہؓ نے دلائل کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے اصرار کیا کہ وہ اپنا جانشین نامزد کریں اور اس کی بیعتِ ولی عہدی لیں۔ پھر انہی نے جانشینی کے لیے یزید کا نام تجویز کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس، حضرت حسین ابن علی اور عبدالرحمن ابنِ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی بیعتِ ولی عہدی سے انکار کیا۔ ان حضرات کے علاوہ اُمت کی عظیم اکثریت نے بیعت کر لی۔ ہم ان سب کو نیک نیت سمجھتے ہیں۔ جو بھی صحابہ کرامؓ اُس وقت موجود تھے، اُن میں سے جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی اور جنہوں نے انکار کیا وہ سب کے سب نیک نیت تھے۔ سب کے پیشِ نظر اُمت کی مصلحت تھی۔

جب ولی عہدی کی بیعت کا مسئلہ مدینہ منورہ میں پیش ہوا تھا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ حضرت حسینؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ چند حضرات کی رائے یہ تھی کہ مکہ مکرمہ ہی کو Strong-Hold اور اصل Base بنایا جائے اور اس ولی عہدی کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے اپنی قوتوں کو مجتمع کیا جائے۔ ابھی اس سلسلہ میں کوئی مؤثر کام شروع نہیں ہو سکا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور بحیثیت ولی عہد حکومت یزید کے ہاتھ میں آ گئی، جس کے بعد کوفہ والوں نے خطوط بھیج بھیج کر حضرت حسینؓ کو اپنی وفاداری اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جدوجہد اور اقدام کا یقین دلایا۔ یہ بنو تمیم کے وہ جنگجو لوگ تھے، جنہیں جنگ یمامہ کے بعد یہاں آباد کیا گیا تھا۔ آنجنابؓ نے تحقیقِ حال کے لیے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ ان کی طرف سے بھی اطلاعات یہی موصول ہوئیں کہ اہلِ کوفہ بدل و جان ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت حسینؓ نے کوفہ کے سفر کا ارادہ کر لیا اور کوچ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت حسینؓ پوری نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور جمہوری مزاج کو بدلا جا رہا ہے۔ حالات کے رخ کو اگر ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے، اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی، لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے۔

آیئے! حضرت حسین ؓ کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں! اہل سنت اس معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ پوری نیک نیتی سے آنجناب ؓ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور جمہوری مزاج کو بدلا جارہا ہے۔ حالات کے رُخ کو اگر ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے اور وہ کامل نظام جو حضور ﷺ نے قائم فرمایا تھا' اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی' لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے۔ یہ رائے اُن کی تھی اور پوری نیک نیتی سے تھی۔ یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ کوفہ صرف ایک شہر ہی نہیں تھا بلکہ سیاسی اور فوجی حیثیت سے اس کی بھی بڑی اہمیت تھی۔ یہ سب سے بڑی چھاؤنی تھی جو حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں قائم کی گئی تھی' اس لیے کہ یہ وہ مقام ہے جس سے اُس شاہراہ کا کنٹرول ہوتا ہے جو ایران اور شام کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا حضرت حسین ؓ یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر کوفہ کی عظیم اکثریت ان کا ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہے' جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کے ذریعے اسلامی نظام میں لائی جارہی تبدیلی کا ازالہ کیا جاسکتا ہے اور اس کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔ لیکن اس رائے سے اختلاف کر رہے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ اختلاف بھی معاذ اللہ بدنیتی پر مبنی نہیں تھا۔ حضرت حسین ؓ بھی اور یہ تینوں عبادلہ بھی نیک نیت تھے۔ ان تینوں حضرات نے لاکھ سمجھایا کہ آپ کوفہ والوں پر ہرگز اعتماد نہ کیجئے۔ یہ لوگ قطعی بھروسے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ کرتے رہے ہیں' اس کو یاد کیجئے۔ جو کچھ آپ کے برادرِ محترم کے ساتھ کر چکے ہیں' اس کو پیش نظر رکھئے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہوں' لیکن ان کی تلواریں آپ ؓ کی حمایت میں نہیں اٹھیں گی بلکہ معمولی خوف یا دباؤ یا لالچ سے آپ ؓ کے خلاف اُٹھ جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ دونوں نے بہت سمجھایا کہ مکہ سے نہ نکلئے۔ یا کم از کم ان عورتوں اور بچوں کو مکہ مکرمہ ہی میں چھوڑ جایئے۔ لیکن نہیں' دوسری جانب عزیمت کا ایک کوہِ گراں ہے' پیکر شجاعت ہے' سراپا استقامت ہے۔ نیک نیتی سے جو فیصلہ کیا ہے' اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد راستے میں جب اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیل ؓ جو ایلچی اور تحقیق کنندہ کی حیثیت سے کوفہ گئے تھے' وہاں شہید کر دیئے گئے اور کوفہ والوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی سب کے سب نے گورنر کوفہ کے سامنے حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری کا عہد استوار کرلیا ہے تو حضرت حسین ؓ نے سوچنا شروع کیا کہ سفر جاری رکھا جائے یا مکہ واپسی ہو۔

لیکن ذہن میں رکھئے کہ ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے جو انسان کی شخصیت کا جزو لاینفک ہوتا ہے۔ عرب کا مزاج یہ تھا کہ خون کا بدلہ لیا جائے خواہ اس میں خود اپنی جان سے بھی کیوں نہ ہاتھ دھولینے پڑیں۔ چنانچہ حضرت مسلم ؓ کے عزیز رشتہ دار کھڑے ہوگئے کہ اب ہم ان کے خون کا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ حضرت حسین ؓ کی شرافت اور مروّت کا تقاضا تھا کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑیں جو ان کے مشن میں ان کا ساتھ دینے کے لیے نکلے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل ؒ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے عزم کا اظہار کرنے والوں کا ساتھ یہ پیکرِ شرافت و مروّت نہ دیتا! لہٰذا سفر جاری رہا۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ؓ جو چچا زاد بھائی ہیں' ان کے بیٹے حضرت عون ؓ اور حضرت محمد ؓ ان کا پیغام لے کر آئے ہیں کہ ''خدا کے لیے اُدھر مت جاؤ''۔ لیکن فیصلہ اٹل ہے۔ ان دونوں کو بھی ساتھ لیتے ہیں اور سفر جاری رہتا ہے حتیٰ کہ قافلہ دشت کربلا میں پہنچ گیا۔ اُدھر کوفہ سے گورنر ابن زیاد کا لشکر آ گیا۔ یہ لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور اس کو صرف ایک حکم تھا کہ وہ حضرت حسین ؓ کے سامنے یہ دو صورتیں پیش کرے کہ آپ نہ کوفہ کی طرف جاسکتے ہیں نہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں' ان دونوں سمتوں کے علاوہ جدھر آپ جانا چاہیں اس کی اجازت ہے۔ یہ تیسرا راستہ دمشق کا ہی ہوسکتا تھا! لیکن حضرت حسین ؓ نے اسے اختیار نہ کیا بلکہ آپ وہیں ڈٹے رہے۔ اب عمرو بن سعد کی قیادت میں مزید چار ہزار کا لشکر کوفہ پہنچ گیا۔ اور یہ عمرو بن سعد کون تھے؟ افسوس کہ ان کے نام کو گالی بنا دیا گیا ہے۔ یہ تھے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فاتح ایران اور یکے از عشرہ مبشرہ کے بیٹے جن کی حضرتِ حسین ؓ کے ساتھ قرابت داری بھی ہے۔ وہ بھی مصالحت کی انتہائی کوشش کرتے ہیں اور گفت وشنید جاری رہتی ہے۔ اب حضرت حسین ؓ کی طرف سے تین صورتیں پیش ہوتی ہیں۔ یعنی یہ کہ: ''یا مجھے مکہ مکرمہ واپس جانے دو' یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو تاکہ میں کفار کے خلاف جہاد و قتال میں اپنی زندگی گزار دوں' یا میرا راستہ چھوڑ دو۔ میں دمشق چلا جاؤں۔ میں یزید سے اپنا معاملہ خود طے کرلوں گا''۔ لیکن اب گھیرا تنگ ہوگیا ہے اور صورت حال یکسر بدل گئی ہے۔ یہ بھی خوب جان لیجئے کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے!

حضرت حسین ؓ نے میدان کربلا میں ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکروں کے سامنے جو خطبات دیئے اس میں انہوں نے بھانڈا پھوڑ دیا کہ میرے پاس کوفیوں کے خطوط موجود ہیں جنہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے اس کوفی فوج کے بہت سے سرداروں کے نام لے لے کر فرمایا ''اے فلاں ابن فلاں! یہ تمہارے خط ہیں کہ نہیں؟ جن میں تم نے مجھ سے بیعت کرنے کے لیے مجھے کوفہ آنے کی دعوت دی تھی''۔ اس پر وہ لوگ براءت کرنے لگے کہ نہیں ہم نے یہ خطوط نہیں بھیجے۔ مفاہمت کی صورت میں جب یہ خطوط سامنے آتے تو ان کا حشر کیا ہوتا' اس کو اچھی طرح آج بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان سرداروں اور ان کے حواریوں نے مصالحت و مفاہمت کا سلسلہ جاری رہنے نہیں دیا اور عمرو بن سعد کو مجبور کر دیا کہ وہ حضرت حسین ؓ کے سامنے یہ شرط پیش کرے کہ یا تو غیر مشروط طور پر Surrender کیجئے' ورنہ جنگ کیجئے۔ یہ سازشی لوگ حضرت حسین ؓ کے مزاج سے اتنے ضرور واقف تھے کہ ان کی غیرت وحمیت غیر مشروط طور پر حوالگی کے لیے تیار نہیں ہوگی اور فی الواقع ہوا بھی یہی۔ لہٰذا انہوں نے غیر مشروط Surrender کرنے سے انکار کردیا اور مسلح تصادم ہو کر رہا' جس کے نتیجے میں سانحۂ کربلا واقع ہوا۔ دادِ شجاعت دیتے ہوئے آپ کے ساتھی شہید ہوئے۔ آپ کے اعزہ واقارب نے اپنی جانیں نچھاور کیں اور آپ ؓ نے بھی تلوار چلاتے ہوئے اور دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ہے اصل حقیقت اس سانحۂ فاجعہ کی۔ اصل سازشی ذہن کو پہچانئے! حضرت ذوالنورین ؓ کی مظلومانہ شہادت سے لے کر کربلا کے سانحۂ فاجعہ تک مسلمانوں کی آپس میں جو مسلح آویزش رہی ہے' اس میں درپردہ ان سبائیوں ہی کا ہاتھ تھا۔

یہ سانحۂ فاجعہ انتہائی افسوس ناک تھا' اس سے کون اختلاف کرسکتا ہے! اس نے تاریخ پر جو گہرے اثر ڈالے ہیں' وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اس کڑوے اور کسیلے پھل کا مزا اُمت ساڑھے چودہ سو سال سے چکھتی چلی آرہی ہے۔

❀❀❀

ایثار وقربانی

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی

ایثار وقربانی اسلام کے وہ درخشاں اوصاف ہیں جو انسان کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب کوئی انسان اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے، اپنی خواہشات اور ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر دین کی سربلندی کی خاطر اپنے ساتھیوں کے لیے قربانی پیش کرتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ایک جماعت کی اصل قوت اُس کے رفقاء کا وہ جذبۂ ایثار ہوتا ہے جو انہیں باہم شیر وشکر رکھتا ہے۔ جماعت ایک جسم کی مانند ہوتی ہے، جب اس جسم کا ہر عضو اپنی تکلیف بھلا کر دوسرے کا درد بانٹتا ہے تو وہ جماعت ناقابلِ تسخیر بن جاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن و حدیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روشن مثالوں سے رہنمائی لے کر ایثار وقربانی کو اپنی زندگیوں کا حصّہ بنائیں۔

سورۃ الحشر آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ انصارِ مدینہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ''اور وہ نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی حاجت اس بارے میں کہ جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور وہ تو خود پر ترجیح دیتے ہیں دوسروں کو خواہ اُن کے اپنے اوپر تنگی ہو۔ اور جو کوئی بھی بچا لیا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔''

یہ آیت کریمہ ایثار کی معراج ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ﴾ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ حقیقی ایثار وہ ہے جو تنگ دستی اور مشکل حالات میں بھی کیا جائے۔ جب ایک مسلمان خود ضرورت مند ہو اور پھر بھی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرے تو وہ ایثار کا بلند مقام پاتا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت 92 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝﴾ ''تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی کے مقام کو جب تک کہ خرچ نہ کرو اُس میں سے جو تمہیں پسند ہے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ اُس سے باخبر ہے۔''

یہ آیت ہمیں سمجھا رہی ہے کہ قربانی کا مطلب وہ چیز دینا ہے جو ہمیں خود عزیز ہو۔ ہمیں اپنے مال سے بہت محبت ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں پر ناز ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم نیکی کا اعلیٰ مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنا وقت، اپنا مال، اپنی صلاحیتیں اور اپنی توانائیاں اپنے رفقاء کے لیے خرچ کرنی چاہئیں۔ تاکہ ان کے دنیاوی مسائل بھی حل ہوں اور وہ اُخروی کامیابی بھی حاصل کر لیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ایثار کی عملی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ)) ''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

یہ حدیث ایثار کا ایک بنیادی اصول بیان کرتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خوشی، ترقی اور بھلائی کو اپنی خوشی سمجھیں، کبھی کسی دوسرے پر حسد نہ کریں۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى)) (مسلم) ''مومنوں کی مثال آپس میں محبت، رحم دلی اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کا کوئی ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ساتھ اُس کا ساتھ دیتا ہے۔''

ہمیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں؟ کیا کسی رفیق کی مشکل میں ہم بے چین ہو جاتے ہیں؟ یہی دراصل ایثار کی روح ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ (مواخات) قائم فرمایا۔ انصارِ مدینہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا، اپنی زمینیں، اپنے باغات، اپنے مال اور اپنے مکان آدھے آدھے تقسیم کر لیے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میرے پاس دو باغ ہیں، ایک آپ لے لیں، اور دو بیویاں ہیں، میں ایک کو طلاق دے دیتا ہوں، اس سے آپ نکاح کر لیں۔'' یہ وہ ایثار تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تعریف فرمائی ہے۔

جنگ یمامہ میں ایک صحابیؓ شدید زخمی اور پیاسے تھے۔ اُنہوں نے پانی کے لیے آواز لگائی۔ ایک دوسرے صحابیؓ پانی لے کر آئے۔ انہوں نے پانی پینا چاہا ہی تھا کہ ایک اور زخمی صحابیؓ نے پانی مانگا، اُنہوں نے پانی خود پینے کے بجائے اُسے دے دیا۔ پھر تیسرے نے آواز دی، دوسرے صحابیؓ نے پانی اُن کی طرف بھیج دیا۔ وہ پانی ان کے پاس لے کر گئے ہی تھے کہ انہوں نے جان اللہ کے سپرد کر دی۔ پانی واپس پہلے صحابیؓ کے پاس لایا گیا۔ اتنی دیر میں وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ وہ دوسرے صحابیؓ کی طرف پلٹے تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ اس طرح تینوں صحابیؓ ایک دوسرے کے لیے ایثار کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جب آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ (آل عمران: 92) نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرا سب سے محبوب مال ''بیرحاء'' کا باغ ہے، میں اُسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نفع بخش مال ہے۔ یہ قربانی اس لیے عظیم تھی کہ انہوں نے اپنی سب سے پسندیدہ چیز راہِ خدا میں دے دی۔

ہم رفقاء تنظیم اسلامی درج ذیل طریقوں سے ایثار کا عملی نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔

1۔ وقت کا ایثار:

آج کے دور میں وقت سب سے قیمتی دولت ہے۔ ایک رفیق کا سب سے بڑا ایثار یہ ہے کہ وہ اپنا وقت تنظیم کے کاموں کے لیے دے۔ جب کوئی ساتھی مشکل میں ہو تو اپنے کام چھوڑ کر اُس کی مدد کرے۔ نئے ساتھیوں کی تربیت اور رہنمائی کرے۔ اجتماعات اور دینی پروگراموں میں وقت پر پہنچے اور انتظامات میں ہاتھ بٹائے۔

2۔ مال کا ایثار:

کوئی رفیق تنگ دستی کا شکار ہو تو اُس کی حتی الامکان مدد کی جائے۔ تنظیم کے اجتماعی منصوبوں میں دل کھول کر حصّہ ڈالے۔ یاد رہے کہ ہم جو مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُسے کئی گنا کر کے واپس لوٹا دیتا ہے۔ تنظیم کے کاموں میں مالی تعاون بھی ایثار کی ایک اہم صورت ہے۔

3۔ صلاحیتوں کا ایثار:

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو کسی نہ کسی صلاحیت سے نوازا ہے۔ کوئی لکھنے میں ماہر ہے کوئی بولنے میں، کوئی منصوبہ بندی میں ماہر ہے تو کوئی کسی ٹیکنالوجی میں۔ جب کہ کوئی شخص جسمانی قوت کا حامل ہے۔ گویا کہ اس حوالہ سے ہر شخص جماعت کے لیے ایثار کر سکتا ہے۔ جو رفیق خود اپنی محنت سے سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے، وہ بھی ایثار کا عملی نمونہ ہے۔

4۔ انا کا ایثار:

تنظیم میں سب سے اہم قربانی اپنی ذاتی انا کی قربانی ہے، جب ہمیں کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو ہم اپنی رائے پر ہٹ دھرمی نہ دکھائیں۔

مشاورت میں اپنی رائے دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ دیں اور (معروف کے دائرہ میں) امیر کے ہر فیصلہ کو تسلیم کر لیں۔ خواہ ہماری ذاتی رائے مختلف ہو۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا اور نظر انداز کرنا بھی ایثار کی اعلیٰ صورت ہے۔

ایثار و قربانی وہ طاقت ہے جو ایک جماعت کو ناقابل شکست بناتی ہے۔ جب ہم اپنی ذات سے اوپر اُٹھ کر دوسروں کے لیے جینا شروع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت بھی ہمارے شامل حال ہوجاتی ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے ایثار کی بدولت دنیا کو فتح کیا۔ چونکہ وہ قلبی محبت اور ایثار میں ایک دوسرے سے آگے رہتے تھے، اسی لیے وہ ایک بہت بڑی طاقت بن گئے۔

آج ہمیں بھی تنظیم اسلامی کو اسی بنیاد پر کھڑا کرنا ہے۔ آج ہی ہم میں سے ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور جملہ مسلمانوں کی فلاح کے لیے اپنا وقت، مال اور صلاحیتیں خرچ کرے گا۔ اپنے ساتھیوں کی عزت کرے گا اور اپنی انا کو ختم کرے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی ایثار وقربانی کی توفیق عطا فرمائے، ہماری تنظیم کو اُن اوصاف سے آراستہ فرمائے جن کا ذکر قرآن مجید نے انصارِ مدینہ کے ضمن میں فرمایا ہے اور ہمیں دنیا اور آخرت میں فوز وفلاح سے نوازے۔ آمین!

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹﴾ (الحشر) ''اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا، وہی کامیاب ہیں۔''

❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(11 تا 17 جون 2026ء)

جمعرات 11 جون: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 12 جون: خطابِ جمعہ (اُردو تقریر) مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا۔ بعد نمازِ عصر اسی مقام پر ایک مرحوم رفیق تنظیم کے جواں سال صاحبزادے کا جنازہ پڑھایا۔

پیر 15 جون: شام میں Institute of Chartered Accountants of Pakistan(ICAP) کے چند ذمہ داران کے پرزور اصرار پر ادارہ کی ایک Task Force Committee کے اجلاس میں مشاورت کے لیے آن لائن شرکت کی۔

بدھ 17 جون: دن میں لاہور آمد ہوئی۔ دن ہی میں شعبہ رابط، قانونی وانتظامی امور، سہ پہر میں شعبہ تعلیم وتربیت اور شام میں شعبہ نظامت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا اور تنظیمی امور انجام دیے۔ ایک میڈیا چینل کے لیے ''خطباتِ شہادت'' کے عنوان سے پروگراموں کی ریکارڈنگ کروائی۔ بعض رفقاء واحباب سے تعزیت وعیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔ گھریلو اسرہ کا اہتمام جاری ہے۔ الحمدللہ!

گوشۂ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

موجودہ صورتحال

حکومت کے لین دین

حکومت کے اکثر لین دین قرض پر مبنی ہوتے ہیں جو کہ سود کے ساتھ لیے دیے جاتے ہیں۔ مثلاً

☆ سٹیٹ بینک سے قرضہ مارک اپ کی بنیاد پر
☆ صوبائی حکومتوں کو مرکزی حکومت کا سودی قرضہ
☆ حکومت کا اپنے ملازمین کو سودی بنیاد پر مکان اور گاڑی وغیرہ کے لیے قرضہ
☆ سرکاری ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ (provident fund) پر سود کی ادائیگی
☆ حکومت کی بڑے پیمانے پر مختلف بچتوں کی سکیموں اور مختلف بانڈز کے تحت عوام سے قرضے اور ان پر سود کی ادائیگی
☆ بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی اور وصولی
☆ مرکزی حکومت کا نیم خودمختار اداروں کو سود پر قرضہ

(جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1518 دن گزر چکے!

نیا اسلامی سال: خود احتسابی کا سنہرا موقع

مفتی رفیق احمد

لوگ سال گزرنے پر جشن مناتے ہیں۔ اپنی سالگرہ مناتے ہیں۔ تہوار کی طرح خوشیوں، شادمانیوں اور لہو ولعب میں منہمک رہتے ہیں۔ یہ خوشیاں اور جشن منانا اسلامی تعلیمات کے عین خلاف ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو سال گزرنے پر اظہارِ تاسف اور محاسبۂ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کی زندگی سے ایک پل گزرنا گویا اس کی مقررہ میعاد سے ایک گھڑی ختم ہوگئی۔ اور وہ قبر کی طرف رفتہ رفتہ قریب ہوتا جارہا ہے۔ درحقیقت انسان کی زندگی ایک عالی شان پرشکوہ عمارت کی طرح ہے۔ اس کی زندگی کے لمحات اس عمارت کی اینٹیں ہیں۔ جیسے ہی ایک دن گزر گیا تو اس عمارت سے ایک اینٹ گرگئی۔ جیسے جیسے اس عالی شان فلک بوس عمارت کی اینٹیں گرتی جائیں گی وہ آخرت کی طرف دن بدن قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ پھر جب اس عمارت کی تمام اینٹیں گر جائیں گی تو سمجھو کہ پیامِ اجل آکر اس کی روح کو پکڑ کر چلا جائے گا۔ یہی دنیوی زندگی کی حقیقت ہے۔ ہماری پوری بھاگ دوڑ اسی فانی دنیا میں ناامید ہوکر رہ جائے گی۔ دنیا جی لگانے کی چیز نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا: 'حکیماں گفتہ اند ہرچہ نپاید دل بستگی را نشاید' یعنی ''عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو چیز (پائیدار) نہیں ہے اس سے دل لگانا عقلمندی نہیں ہے۔'' شیخ سعدیؒ مزید اس زندگی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

ہردم از عمر می رود نفسے
چوں نگہ می کنی نماند کسے

مفہوم: ''انسان کی زندگی ہر سانس کے ساتھ اس کی عمر کم ہو رہی ہے (ایک ایک لمحہ بیت رہا ہے)۔ اور جب تم غور سے دیکھتے ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہنے والا۔ یہ زندگی کی فانی حقیقت اور وقت کی قدر کی طرف ایک خوبصورت اشارہ ہے۔''

اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی
مگر ایں پنج روز دریابی

مفہوم: ''اے انسان! تو نے غفلت میں زندگی کے 50 سال گزار دیئے اور ابھی تک (غفلت کی) نیند میں ہے۔ اب تو ہوش میں آجا تا کہ زندگی کے باقی ماندہ پانچ دن (یا چند لمحے) ہی غنیمت جان کر سنوار لے۔''

مندرجہ بالا اشعار میں خود احتسابی کی بہترین دعوت ہے جو انسان کو یاد دلاتی ہے کہ وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے، اس لیے آنے والے وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

آج ہم سب عہدو پیماں کریں کہ ہمارے گزرے ہوئے لمحات کا جائزہ لیں گے اور خود احتسابی کر کے اپنے رب کی طرف رجوع ہوکر نفس کا محاسبہ کریں گے۔ نفس کے محاسبہ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ کا قول ہے: (حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا، وزنوها قبل أن توزنوا۔) یعنی'' حساب لیے جانے سے پہلے حساب کرلو اور اعمال وزن کیے جانے سے پہلے وزن کرلو۔'' تو جب جب ہماری زندگی میں نیا سال جلوہ گر ہوتا ہے تو جشن منانے کے بجائے خود کا محاسبہ کریں اور گزرے ہوئے ایام پر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے آنے والے ایام میں حسنِ عمل کا عزم مصمم کریں۔ کیونکہ ہماری زندگی کے ایک ایک لمحے کے بابت ہم سے پوچھ گچھ ہوگی جیسے کہ سرکارِ دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت ابن آدم کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکیں گے، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھ گچھ نہ کر لی جائے گی، (1) اس نے اپنی عمر کہاں فنا کی؟ (2) اپنی نوجوانی کہاں کھپائی؟ (3) مال کہاں سے اور کیسے کمایا؟ اور (4) کہاں خرچ کیا؟ اور (5) اس نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا؟'' (جامع ترمذی)

اس حدیث پاک سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ انسان سے اس کے گزرے ہوئے ایام کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اس کے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کے ایک ایک لمحہ کے بارے اس سے سوال ہوگا۔ جیسے کہ حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ تخلیق انسانی کے پیچھے قدرت کا عظیم مقصد پنہاں ہے۔ یوں ہی لہو ولعب میں وہ اس کی زندگی کو گزار نہیں سکتا۔ اس کی تخلیق کے پیچھے اعلیٰ مقاصد ہیں۔ جیسے کہ قرآن کہہ رہا ہے: ''میں نے جن اور انس اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔'' (ذاریات: 56)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟'' (المؤمنون: 115)

تخلیق انسان کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی عزت والا، بخشش والا ہے۔'' (ملک: 1، 2)

تو آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ انسان کو اس کے گزرے ہوئے ایام پر جشن نہیں بلکہ ندامت کے آنسو بہانا چاہیے۔ بے کار اور بیہودہ کاموں میں صرف ہوئے لمحات کو سوچ کر اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی کرتے رہیں۔ خود احتسابی کرتے رہیں اور محاسبۂ نفس میں لگے رہیں اور عہد کریں کہ ان شاء اللہ العزیز یہ نیا اسلامی سال میری زندگی کے لیے ایک داغ بیل اور نقطۂ تحول ثابت ہوگا۔ اس میں اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔ حتی الوسع گناہوں سے اجتناب کروں گا اور نیکی کی دعوت عام کروں گا۔ لوگوں کی خیرخواہی کرتے ہوئے بھلائیوں کا مشورہ دوں گا۔ برائیوں سے خود بھی بچوں گا اور اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں کو بھی بچنے کا کہوں گا۔ دین کو قائم ونافذ کرنے کی جدوجہد کا حصہ بنوں گا۔ اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کو پسندیدہ اعمال میں زندگی کے قیمتی لمحات وساعات کو گزاروں گا۔ نئے سال سے بہتر خود احتسابی اور محاسبۂ نفس کا دوسرا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس لیے چاہیے کہ اس ہجری وقمری نئے سال کی قدر کریں اور ضائع ہونے سے حفاظت کریں۔ پروردگار عالم سے دعا گو ہیں کہ اس نئے ہجری سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے اور برائیوں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بالخصوص مغربی تہذیب سے دور ونفور ہوکر اسلامی تہذیب تمدن اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

❀❀❀

شہادت گہِ الفت

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا کے تقریباً 8.5 ارب انسانوں میں سے چن کر نکالے، منتخب کردہ کم و بیش 2 ارب مسلمانوں پر نیا قمری سال طلوع ہوا ہے محرم الحرام کے معظم مہینے سے۔ اس نے تمہیں (اپنے کام کے لیے) چن لیا ہے...... اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا اور اس قرآن میں بھی۔ (الحج:78) یہ ماہ مبارک اسوۂ شبیریؓ اور یوم عاشور ہمیں یہی اسباق پختہ کرواتا ہے۔ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام کے وارث، اپنے باپ ابراہیم خلیل اللہؑ کی ملت سے اور خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کے اُمتی ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ آج کی جاہل، پاگل، خود سے ناآشنا دیوانی دنیا کے لیے استاد اور مربی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ (مگر بنی اسرائیل کی طرح کافر قوموں کی نقالی میں چوں چوں کا مربہ بن کر دربدر خاک بسر ہوئے پڑے ہیں) وہ عالمی گاؤں جس کے باسی یہ تک نہیں جانتے/ بھول گئے ہیں کہ شادی مرد اور عورت کے مابین ہوتی ہے یا مرد اور مرد کے مابین؟ شادی پہلے ہوتی ہے یا پہلے بچے پیدا ہوتے ہیں؟ گودوں میں بچے پالے اور کھلائے جاتے ہیں یا کتے؟

دیوانگی کے تمام آثار گلوبل ویلج کے چودھریوں کے ہاں پورے ہو چکے ہیں۔ دیوانہ نہیں جانتا، وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے۔ اہل مغرب ہوش کھو بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اپنا ناتا بن مانس، بندر سے جوڑتے، اُس کی گود میں جا بیٹھے ہیں۔ دیوانہ رشتوں کو نہیں پہچانتا۔ یہ بھی پہلے اولاد کو ڈے کیئر سینٹرز اور فوسٹر کیئر میں دربدر کرتے ہیں۔ (پھر خودرو پودوں کی طرح جھاڑ جھنکار ٹرمپ نما شخصیتیں پروان چڑھتی ہیں۔) والدین اولڈ ہومز میں رہتے ہیں، تنہا، تشنہ، اولاد کی دید کے پیاسے۔ اولڈ ہوم سے فیونرل ہوم (جنازہ گھر) لے جا کر راکھ بنا کر کہانی ختم۔ دیوانہ کپڑے پھاڑتا، برہنہ پھرتا ہے، مہذب شائستہ لوگ اسے دیکھ کر منہ چھپاتے ہیں۔ مغرب دیوانگی کا یہ مرتبہ پا چکا۔ (اسی کی تقلید میں ہمارے ہاں ننگے مگر پھٹے، پھاڑے گئے کپڑوں، پینٹوں کا فیشن!) چھوت کا یہ مرض کم لباسی، بے لباسی، تنگ پاجامیاں، حیا سوز رقیق لباسی بن کر دنیا بھر میں پھیل گیا ہے، سوائن فلو کی طرح۔

یہی پاگل پن، بالباس، باپردہ، باحجاب و بانقاب کو دیکھ کر جھلا اُٹھتا ہے۔ کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ مار ڈالتا ہے جنون کے دورے میں (مروہ شربینی)۔ دیوانہ وحشت زدہ ہوتا ہے، سفاکی پر اُتر آتا ہے۔ آج دنیا بھر پر جنونی بھیڑیوں کا راج ہے جس نے مسلم دنیا کو ایک قبرستان میں بدل ڈالا ہے۔ سارے پاگل مل کر ڈریکولائی خونخواری سے غزہ، کشمیر، لبنان اور ایران کے مناظر تخلیق کر رہے ہیں۔

دیوانہ غیرت، مروت، لطیف احساسات سے عاری، بے حیا ہوتا ہے۔ آج بے حیائی کے فروغ کے لیے باضابطہ صنعتیں وجود میں آ چکی ہیں۔ فحش ویب سائٹس، بچوں تک کو بدکاری کی تجارت میں دھکیل کر اربوں ڈالر کے گٹر سے کمائی دنیا کی معیشت کی رگوں میں گردش کر رہی ہے۔

عاشورے کا متبرک دن حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کی نجات اور سرخروئی اور فرعون کی غرقابی کا بھی دن ہے، سیدنا حسینؓ کی عزیمت بھری شہادت کی عظیم گواہی کے ساتھ ساتھ۔ دونوں واقعات ازلی ابدی کلمۂ حق لا الٰہ الا اللہ کی سربلندی سے وابستہ ہیں۔ معرکۂ فرعون وکلیمؑ ہو یا زمین پر اللہ کی حکمرانی، خلافت کے نظام کے ذریعے اسے قائم رکھنے کی خاطر جگر گوشۂ بتولؓ کا خاندان سمیت شہادت قبول کرتے کٹ مرنا ہو، کہانی ہر دو صورت اسلام کی حکمرانی، بالادستی ہی کی ہے۔ حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری۔ اس کے بعد پوری اسلامی تاریخ جابر حکمرانوں کے مقابل یہی کہانی دہراتی چلی جاتی ہے۔ اس کی ابتدا تو سیدنا حسینؓ کے نانا سے ہوئی تھی! کفر کے مقابل محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ عزم ثبت ہے: خدا کی قسم! یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس مشن کو چھوڑ دوں تو میں اس سے باز نہیں آ سکتا۔ یہاں تک کہ یا تو اللہ اس مشن کو غالب کر دے یا میں اس جدوجہد میں ختم ہو جاؤں۔ باقی 1400 سال یہی صدا دہرائی گئی ہے۔ کربلا کے میدان میں، آئمہ کرام اور پُرعزم مسلمانوں نے جابر حکمرانوں کے بالمقابل حق کے دفاع میں۔ امام ابوحنیفہؒ کو ابن ہبیرہ کے حکم پر برستے کوڑوں کے بیچ دیکھ لیجیے۔ صدق و ایمان کی آواز نے ظالم کو بھی دہلا دیا: ابن ہبیرہ! اُس وقت کو یاد کرو جب تمہیں اللہ کے حضور کھڑا کیا جائے گا اور جس طرح آج میں تمہارے سامنے ذلیل کیا جا رہا ہوں اس سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تم اللہ کے دربار میں پیش ہو گے۔ امام اعظمؒ نے ساری سزائیں حکمرانوں کے مناصب رد کرنے، چیف جسٹس بننے کی پیشکشیں ٹھکرانے پر اُٹھائیں۔ منصور نے اسی جرم میں 30 کوڑے برسائے۔ اور آپؒ وہاں سے یوں نکلے کہ برہنہ پشت، بدن پر صرف پاجامہ اور خون ایڑیوں تک بہہ رہا تھا۔ زخموں سے چور 70 برس کی عمر میں قید خانے میں ڈالے گئے! کبھی کسی امیر کا عطیہ، ہدیہ قبول نہ کیا۔ وہ مناصب جن کے پیچھے لوگ دوڑتے پھرتے تھے ٹھکرا کر سزائیں مول لیں! یہی شان امام احمد بن حنبلؒ کی عزیمتوں کی ہے۔ رمضان میں چند گھونٹ پانی پی کر روزہ رکھا ہوتا۔ اسی حالت میں جلاد پوری قوت سے کوڑے برساتے۔ پیٹھ زخموں سے چور، جسم خون سے رنگین، تلوار سے کچوکے دیے جاتے۔ 28 مہینے قید و بند اور کوڑوں کی بلا میں استقامت کا پہاڑ بن کر جیئے۔ 77 برس کی عمر میں انتقال ہوا تو امام حنبلؒ کی بات پوری ہوئی۔ (ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ موت کے دن جنازے کی کیفیت سے ہو گا) جنازے پر ساڑھے آٹھ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ یہی کیفیت امام ابوحنیفہؒ کے جنازے کی تھی۔ سارا شہر اُمڈ آیا۔ پہلی نماز جنازہ میں 50 ہزار افراد کا مجمع تھا۔ اس کے بعد 6 مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بعد ازاں حکمرانوں نے یہ سبق سیکھ لیا کہ کھلے عام جنازہ نہ ہونے دیا جائے۔ (آج تمام مسلم ممالک میں مقتل سجے ہیں۔ یہی چلن ہے)۔

مشرق وسطیٰ میں مصر سے اُٹھنے والی تحریک الاخوان المسلمون جس نے الحاد و دہریت کے اٹھتے طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ عرب نوجوانوں کو ایمان سے لذت آشنا کرنے والا بے مثل مربی، بانی اخوان سید حسن البناء تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے صرف مصر میں فعال کارکنوں کی تعداد 5 لاکھ ہو گئی تھی۔ دیگر عرب ممالک میں بھی مراکز قائم ہو گئے۔ مغرب کی کٹھ پتلی حکومت نے اجتماعات، اخبار و رسائل پر پابندی لگائی۔ جیلیں اخوان سے بھر دیں۔ تا آنکہ 12 فروری 1949ء قاہرہ کی سڑک پر گولی مار کر 43 سالہ حسن البناء کو فاسق حکمرانوں نے شہید کر دیا۔ لاکھوں جوانوں کے دل کی دھڑکنوں میں بسنے والے قائد کی کھلے عام

نماز جنازہ کی اجازت نہ ملی۔ بوڑھے باپ اور گھر کی خواتین نے جنازہ اٹھایا اور رات کی تاریکی میں خاموشی سے تدفین کی۔ ان کے بعد سید قطبؒ پر تعذیبوں کے پہاڑ توڑے گئے۔ جھوٹ کے پلندوں پر اخوان کے 6 رہنماؤں کو پھانسی دی گئی جس میں سید قطبؒ بھی تھے۔ 22 کتابوں کے مصنف، مفسر قرآن، جنہیں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جدید مصر میں اسلامی فکر اور اسلامی دعوت کے سب سے بڑے علمبردار قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ: وہ (سید قطبؒ، اسلام بارے) کسی مدافعت اور معذرت کے قائل نہیں۔ وہ مغربی تہذیب کی بنیادوں پر تیشہ چلاتے ہیں اور اپنے حریف پر بڑھ کر حملہ کرتے ہیں۔ سو مغرب کے فکری غلاموں نے پھانسی دے کر سید قطبؒ کو منہ مانگی مراد دے دی۔ دنیا نے دیکھا کہ کس دھج سے وہ مقتل کو گئے! مسکراتے روشن چہرے کے ساتھ نبی محترم ﷺ سے ملاقات کے متمنی!

سیدنا حسینؓ کے ان وارثوں میں ایک دمکتا نام محمد مہدی عاکفؒ کا بھی ہے جو 89 سال کی عمر میں مصر کی جیل میں السیسی کی فرعونیت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ یکم محرم 1439ھ سنت فاروقیؓ پر شہادت پائی۔ 27 سال (تین وقفوں میں) جیل کاٹی۔ حسب روایت حکومت شہدائے اسلام کے خاکی اجسام سے بھی لرزاں و ترساں رہی! اس شرط پر اہل خانہ کو جسد خاکی دیا کہ اہل خانہ کے سوا کوئی نہ ہو۔ (ان شاء اللہ فرشتوں کے جلو میں!) رات کی تاریکی میں خاموش تدفین ہو۔ وزارت داخلہ نے خاندان کی کڑی نگرانی کی۔ 90 سال کے بابوں سے بھی لرزتا نظام! مبنی بر ظلم، تشدد، کذب و افتراء، فسق و فجور......! ان کے برطانوی آقاؤں کے خلاف لڑنے والا صف اول کا مجاہد۔ یعنی دہشت گرد! غزہ کے، فلسطینی مصری مزاحمت کاروں (بمقابلہ برطانوی استعمار) کو عسکری تربیت دینے والا۔ یعنی سہولت کار! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: دوستوں پر جری (ان کے خلاف بہادری!) اور دشمنوں سے بھاگنا! یعنی آج کی لغت میں: غیر کا ہوسامنا تو بس قلی بن جائیے! آج مسلم دنیا پر قلیوں کی حکومت ہے! کوفیوں کی حکومت ہے جن کی تلواریں، زبانیں اور دل بھی کچھ کفر کے ساتھ ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

❁ ❁ ❁

سانحۂ کربلا
شہیدِ مظلوم رضؓ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
مناقب اور آپ کی مظلومانہ
شہادت کے بیان پر جامع تالیف

● یہود نے عہد صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستان فارس کے جوش انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔ ● وہ آج بھی قاتل خلیفہ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔ ● علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلین عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔ ● سید الشہداء کون ہیں اور شہید مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے

بانی تنظیم اسلامی
محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ
کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں
کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت
اشاعت خاص: 240 روپے اشاعت عام: 145 روپے
(علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
email:maktaba@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

”مرکز تنظیم اسلامی نزد گرڈ سٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائین“ (حلقہ مالاکنڈ) میں
04 تا 10 جولائی 2026ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

اور زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

10 تا 12 جولائی 2026ء (بروز جمعۃ المبارک بعد عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ **منہج انقلاب نبوی ﷺ، تصادم کا مرحلہ اول، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ**

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0343-0912306/0345-9535853

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78

اسلامی پاکستان ہی اصل پاکستان ہے!!!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی سیاست دانوں نے ملک کو سیاسی اکھاڑا بنا دیا تھا۔ پہلا کھیل ملک کی نظریاتی اساس کو نقصان پہنچانا تھا۔ بڑی مشکل سے قراردادِ مقاصد پاس ہوئی جس سے نظریاتی سمت کا تعین ہوا تھا۔ اس کا تقاضا تھا کہ ملک کو نظریاتی بنیادوں پر استوار کرتے ہوئے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کو اسلام کے عادلانہ اصولوں پر استوار کیا جاتا لیکن اس سمت کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ لادینی عناصر (Seculars) قوت پکڑتے گئے۔ انہوں نے ایک سے بڑھ کر ایک رکاوٹ کھڑی کی۔ یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ پاکستان میں کس کا اسلام نافذ کیا جائے۔ سنی کا یا شیعہ کا؟ بریلوی کا یا دیوبندی کا؟ جب تمام مکاتب فکر کے 31 علماء نے جمع ہو کر 22 متفقہ دستوری نکات پیش کیے تو پھر بھی لادینی سیاست کے علمبرداروں نے ملک کو اسلامی نظام کی طرف لے جانے کی بجائے اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا یہاں تک کہ ملک دولخت ہو گیا۔ آج پاکستان عالمی سطح پر انتہائی بلندی پر ہونے کے باوجود اپنے تشخص کی تلاش میں ہے۔ جان لیجیے کہ پاکستان کی اصل پہچان اس کا اسلامی ہونا ہے۔

پاکستانی سیاست دان: ظالم یا مظلوم؟ آج پاکستان کی سیاست میں ایک دلچسپ اور افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ تقریباً ہر بڑی سیاسی جماعت خود کو مظلوم اور دوسروں کو ظالم ثابت کرنے میں مصروف نظر آتی ہے۔ مسلم لیگ (ن) اپنی سیاسی تاریخ کو ناانصافیوں، برطرفیوں اور اقتدار سے محرومی کی داستان قرار دیتی ہے۔ پیپلز پارٹی اپنے رہنماؤں کی قربانیوں اور سیاسی جدوجہد کو اپنی مظلومیت کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ تحریک انصاف بھی سیاسی رکاوٹوں، انتخابی عمل اور حکومتی اقدامات کو اپنے خلاف ظلم سے تعبیر کرتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستانی سیاست میں مظلومیت ایک سیاسی سرمایہ بن چکی ہے، جسے عوامی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم ملکی تاریخ کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں تو ایک بنیادی سوال سامنے آتا ہے کہ آخر پاکستان کی اصل مظلوم ہستی کون ہے؟ کیا صرف سیاسی جماعتیں اور ان کے قائدین مظلوم ہیں یا خود پاکستان، اس کے عوام اور اس کا نظریاتی تشخص سب سے زیادہ مظلوم ہیں؟

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قوم کو ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جو اس ملک کی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کرتا اور اسے اسلامی فلاحی ریاست کی شکل دیتا۔ اسی مقصد کے لیے قراردادِ مقاصد منظور کی گئی جس نے واضح کیا کہ پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور ریاستی نظام اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل پائے گا۔ یہ قرارداد درحقیقت پاکستان کی نظریاتی سمت کا تعین کرتی تھی۔

بدقسمتی سے بعد کے ادوار میں سیاسی قیادتیں اس بنیادی مقصد کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہیں۔ اسلام کے عادلانہ معاشی، سماجی اور سیاسی نظام کو نافذ کرنے کے بجائے اقتدار کی کشمکش، ذاتی مفادات اور گروہی سیاست کو ترجیح دی گئی۔ لادینی اور سیکولر رجحانات کو فروغ ملا اور مختلف قسم کے فکری شبہات پیدا کیے گئے۔ یہ سوال اُٹھایا گیا کہ پاکستان میں کس مکتب فکر کا اسلام نافذ کیا جائے گا؟ حالانکہ جب مختلف مکاتب فکر کے اکتیس جید علماء نے متفقہ طور پر بائیس دستوری نکات پیش کر دیئے تھے تو اس کے بعد اس قسم کے اعتراضات کی کوئی حقیقی بنیاد باقی نہیں رہتی تھی۔

ملک کی نظریاتی سمت سے انحراف کا نتیجہ یہ نکلا کہ قومی وحدت کمزور ہوتی گئی، سیاسی عدم استحکام بڑھتا گیا اور بالآخر 1971ء میں ملک دولخت ہو گیا۔ اس سانحے سے بھی مطلوبہ سبق حاصل نہ کیا جا سکا۔ آج پاکستان ایٹمی قوت ہے، اس کی افواج دنیا کی بہترین افواج میں شمار ہوتی ہیں، اس کا جغرافیائی محل وقوع غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور عالمی سطح پر اس کی حیثیت مُسلمہ ہے، لیکن اس کے باوجود ملک مسلسل اپنی فکری اور نظریاتی شناخت کے سوال سے دوچار ہے۔

پاکستان کے سیاست دانوں کو یہ حقیقت سمجھنی ہوگی کہ قوم اب محض مظلومیت کے بیانیے سننا نہیں چاہتی بلکہ عملی نتائج دیکھنا چاہتی ہے۔ عوام یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل کب حل ہوں گے، غربت، بے روزگاری، بدعنوانی اور ناانصافی کا خاتمہ کب ہوگا، اور ملک کو اس مقصد کی طرف کب لے جایا جائے گا جس کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں۔

وقت کا تقاضا ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں باہمی الزام تراشی، انتقامی سیاست اور اقتدار کی رسہ کشی سے بالاتر ہو کر پاکستان کے اسلامی تشخص پر اتفاق کریں۔ اُنہیں چاہیے کہ وہ آئین پاکستان میں موجود اسلامی دفعات کو حقیقی روح کے مطابق نافذ کرنے، عدل و انصاف کو مضبوط بنانے، سودی معیشت سے نجات حاصل کرنے، تعلیم کو اسلامی اور سائنسی بنیادوں پر استوار کرنے اور ریاستی اداروں میں امانت و دیانت کو فروغ دینے کے لیے مشترکہ قومی لائحۂ عمل تشکیل دیں۔

پاکستان کا مستقبل محض سیاسی نعروں یا مظلومیت کے دعووں میں نہیں بلکہ اس کے بانیان کے خواب کی تعبیر میں پوشیدہ ہے۔ ایک ایسی ریاست جہاں قانون سب کے لیے برابر ہو، جہاں حکمران خود کو عوام کا خادم سمجھیں، جہاں کمزور کو انصاف اور محروم کو سہارا ملے، اور جہاں قرآن و سنت کی تعلیمات معاشرتی اور ریاستی زندگی کی رہنمائی کریں۔

آج پاکستان کے سیاست دانوں کے لیے سب سے بڑی دعوت یہی ہے کہ وہ خود کو مظلوم ثابت کرنے کے بجائے قوم کے خیر خواہ اور معمار بنیں۔ وہ اپنے سیاسی اختلافات کو قومی مفاد پر قربان کریں اور پاکستان کو ایک حقیقی فلاحی اسلامی مملکت بنانے کے لیے متحد ہو جائیں۔ اگر سیاسی قیادت اخلاص، دیانت اور عدل کے اصولوں کو اپنا لے تو پاکستان نہ صرف اپنے داخلی مسائل پر قابو پا سکتا ہے بلکہ پوری اُمتِ مُسلمہ کے لیے امید، استحکام اور ترقی کا ایک روشن نمونہ بھی بن سکتا ہے۔

سیاست دانوں نے اپنی بداعمالیوں کو چھپانے کے لیے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایک عذر ایسا بھی تراشا ہے جس نے پاکستان کی سالمیت کو بھی خطرے سے دوچار کیا ہوا ہے وہ عذرِ لنگ فوج کا سیاست میں مداخلت ہے۔ یہ ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کا مصداق ہے۔ آیئے دیکھیں کہ فوج نے سیاست دانوں کے ساتھ کیا کیا:

کیا فوج نے سیاست دانوں کو کام نہیں کرنے دیا؟ پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک معروف بیانیہ یہ ہے کہ فوج نے سیاست دانوں کو کبھی کام کرنے کا موقع نہیں دیا اور جمہوری عمل کو بار بار تعطل کا شکار کیا۔ اس بیانیے میں جزوی حقیقت ضرور موجود ہے کہ ملک میں متعدد بار مارشل لاء نافذ ہوئے اور فوج نے براہِ راست اقتدار سنبھالا، لیکن اگر تاریخ کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا جائے تو تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر آتا ہے جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی برسوں میں سیاسی قیادت ایک مضبوط، مستحکم اور متحد جمہوری نظام قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اقتدار کی کشمکش، ذاتی مفادات، جماعتی اختلافات اور باہمی عدم اعتماد نے سیاسی نظام کو کمزور کیا۔ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں، وزارتوں کے حصول کے لیے جوڑ توڑ جاری رہا اور قومی مسائل پس منظر میں چلے گئے۔ ایسے حالات میں ریاستی اداروں کے درمیان طاقت کا توازن بھی متاثر ہوا۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ برصغیر میں پاکستان کے ساتھ ہی وجود میں آنے والے بھارت میں سیاسی قیادت نے ابتدا ہی سے ریاستی نظام کی باگ ڈور مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں رکھی۔ وہاں سیاسی جماعتوں کے درمیان اختلافات کے باوجود جمہوری اداروں کو تسلسل کے ساتھ چلایا گیا، آئینی عمل کو مستحکم کیا گیا اور اقتدار کی منتقلی کے اصولوں کو قبول کیا گیا۔ اس کے برعکس پاکستان میں سیاسی عدم استحکام نے غیر منتخب قوتوں کے لیے مداخلت کے مواقع پیدا کیے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فوجی مداخلتوں نے جمہوری ارتقا کو نقصان پہنچایا، لیکن یہ کہنا بھی مکمل حقیقت نہیں کہ تمام تر ذِمّہ داری صرف فوج پر عائد ہوتی ہے۔ تاریخ کے متعدد مواقع پر سیاست دانوں نے خود ایک دوسرے کے خلاف غیر سیاسی قوتوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی، مخالفین کو اقتدار سے ہٹانے کے لیے غیر جمہوری ذرائع اختیار کیے اور قومی مفاد کے بجائے جماعتی مفادات کو ترجیح دی۔ یوں سیاسی کمزوریوں نے بھی ایسے حالات پیدا کیے جن میں فوجی مداخلت ممکن ہوئی۔

لہٰذا دیانت دارانہ تجزیہ یہی ہے کہ پاکستان کی سیاسی مشکلات کا ذِمّہ دار کوئی ایک ادارہ یا ایک طبقہ نہیں۔ فوجی مداخلتیں بھی اس بحران کا حصّہ رہی ہیں اور سیاسی قیادت کی باہمی چپقلش، کمزور جمہوری روایات اور ذاتی مفادات بھی اس میں شریک رہے ہیں۔ قوم کو آج الزام تراشی کے دائروں سے نکل کر یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے تمام اداروں اور سیاسی قوتوں کو اپنے اپنے آئینی دائرۂ کار میں رہ کر پاکستان کو ایک مستحکم، باوقار اور اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے کردار ادا کرنا ہوگا۔

منزلِ پاکستان: اسلامی فلاحی ریاست اور اُمّت کی قیادت: پاکستان کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سیاست دانوں اور ریاستی اداروں دونوں سے مختلف ادوار میں ایسی کوتاہیاں سرزد ہوئیں جنہوں نے قومی ترقی کی رفتار کو متاثر کیا۔ اقتدار کی کشمکش، باہمی عدم اعتماد، آئینی تنازعات، ادارہ جاتی تصادم اور قومی ترجیحات سے غفلت نے ملک کو وہ استحکام فراہم نہیں کیا جس کا خواب بانیانِ پاکستان نے دیکھا تھا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ماضی کی غلطیوں پر ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بجائے ان کی تلافی کے لیے ایک واضح اور متفقہ قومی سمت اختیار کی جائے۔

پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد محض ایک جغرافیائی ریاست کا حصول نہیں تھا بلکہ ایک ایسی فلاحی مملکت کا قیام تھا جہاں اسلام کے عادلانہ اصول اجتماعی زندگی کی بنیاد بنیں، جہاں قانون کی حکمرانی ہو، جہاں معاشی استحصال کا خاتمہ ہو، جہاں عدل، مساوات اور انسانی وقار کو یقینی بنایا جائے اور جہاں ریاست اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود کی ذِمّہ دار ہو۔ لہٰذا آج پاکستان کی تمام سیاسی و ریاستی قوتوں کے لیے سب سے اہم قومی ایجنڈا یہی ہونا چاہیے کہ ملک کی منزل کو واضح طور پر اسلامی فلاحی ریاست کے قیام سے وابستہ کیا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے سنجیدہ، تدریجی اور عملی پیش رفت کی جائے۔

اگر پاکستان اپنے اندر عدل، دیانت، امانت، قانون کی بالادستی، معاشی انصاف، قومی یکجہتی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو مضبوط بنا لے تو وہ نہ صرف اپنے داخلی مسائل پر قابو پا سکتا ہے بلکہ اُمّتِ مُسلمہ کے لیے بھی امید اور رہنمائی کا مرکز بن سکتا ہے۔ ایک مستحکم، خوشحال اور اصولی پاکستان مُسلم دنیا کے درمیان اتحاد، تعاون اور ترقی کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے اور عالمی سطح پر امن، انصاف اور انسانی وقار کے لیے ایک مثبت آواز بن سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جو قوم اپنے گھر کو منظم اور مضبوط نہیں بنا سکتی، وہ دوسروں کی مؤثر رہنمائی بھی نہیں کر سکتی۔ جب پاکستان اپنے اندر سیاسی استحکام، معاشی خود انحصاری، سماجی عدل اور اخلاقی قوت پیدا کرے گا تو وہ عالمِ اسلام اور وسیع تر عالمِ انسانیت کے لیے ایک تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل ہوگا۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ قوم بحیثیت مجموعی صداقت، عدالت، دیانت، شجاعت اور خدمتِ خلق جیسی اقدار کو اپنی قومی زندگی کا حصّہ بنائے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی حقیقت کو اپنے منفرد انداز میں بیان کیا تھا:

''سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا''

اگر پاکستان اپنے قیام کے بنیادی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اخلاص، اتحاد اور عزم کے ساتھ آگے بڑھے تو وہ نہ صرف اپنے عوام کے لیے امن، ترقی اور خوش حالی کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ اُمّتِ مُسلمہ اور عالمی برادری میں بھی ایک باوقار اور مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی اور مستقبل کی عظمت کی ضمانت بن سکتا ہے۔ ان شاء اللہ!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم فل ریاضی، قد "5'.6، کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، عالمہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0324-9721577

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

بچوں کی تربیت کے رہنما اصول

ام محمد

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدُ العزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت عابد و زاہد، بردبار، عاجزی وانکساری کے پیکر، خوفِ خدا سے لبریز، عدل و انصاف قائم کرنے، بھلائی اور نیکیوں کو محبوب رکھنے، نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے والے تھے۔ آپ نے صرف 29 ماہ کے عرصے میں دنیا کے ایک بڑے حصے میں خوشحالی کا ایسا اسلامی انقلاب برپا کیا جس کی مثال صدیاں گزر جانے کے بعد بھی نہیں ملتی، آپ نے عہد خُلفائے راشدین کی یاد تازہ کردی۔ آپ کو عُمرِ ثانیؒ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدُ العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا، چنانچہ جلیل القدر محدِّث حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ جو آپؒ کے بھی استاذِ محترم تھے، ان کو اپنی اولاد کا اَتالیق (یعنی نگران استاذ) مقرّر کیا۔ علاوہ اَزیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام سَہَلؒ بھی اولاد کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کو بہترین تعلیم و تربیت دینے پر خود بھی متوجّہ کرتے رہتے تھے، اولاد کی تربیت کے حوالے سے آپؒ کے دو اہم مکتوب یہاں بطور ''اسلاف کے قلم سے'' شامل کئے جاتے ہیں:

استاد کے نام تربیت اولاد کے حوالے سے خط

''میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہیں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے منتخب کیا ہے، ان کو ترکِ صحبت کی طرف توجّہ دلاؤ کہ وہ غفلت پیدا کرتی ہے، انہیں کم ہنسنے دو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے، تمہاری کوششوں کے نتیجے میں ایک اہم بات جو وہ سیکھیں وہ یہ ہے کہ انہیں گانے باجے کی طرف سے نفرت ہو کیونکہ گانا سننا دل میں اسی طرح نِفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے گھاس اُگتی ہے۔ میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کے جدول میں یہ بھی ہو کہ وہ قرآنِ مجید کھولے اور نہایت اِحتیاط کے ساتھ اس کی قراءت کرے، جب اس سے فارغ ہوجائے تو ہاتھ میں تیر و کمان لے کر برہنہ پا (یعنی ننگے پاؤں) نکل جائے اور سات تیر چلا کر نشانہ بازی کی مشق کرے، پھر قَیلُولہ (یعنی دوپہر کا آرام) کرنے کے لیے واپس آئے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''قیلُولہ کرو اس لیے کہ شیطان قَیلُولہ نہیں کرتا۔'' (طبرانی)

(سیرۃ ومناقب عمر بن عبدالعزیز/ ابن الجوزی)

بیٹے کے نام نصیحت آموز خط

حضرت عمر بن عبدُ العزیز رحمۃ اللہ علیہ براہِ راست اپنی اولاد کو بھی تربیت و نصیحت سے نوازتے رہتے تھے، چنانچہ اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں لکھا: ''تم اپنے آپ اور اپنے والد پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو۔ پھر اپنے باپ کی ان کاموں میں مدد کرو جن پر اسے قُدرت حاصل ہے اور اس معاملہ میں بھی مدد کرو جس کے بارے میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا باپ ان کو انجام دینے سے عاجز ہے۔ تم اپنی جان، صحت اور جوانی کی پوری رعایت رکھو، اگر تم سے ہو سکے تو اپنی زبان تحمید و تسبیح کی صورت میں اللہ پاک کے ذِکر سے تر رکھو۔ اس لیے کہ تمہاری اچھی باتوں میں سے سب سے اچّھی بات اللہ پاک کی حمد اور اس کا ذِکر ہے۔ جو شخص جنّت کی رغبت رکھتا ہو اور جہنّم سے بھاگتا ہو تو ایسی حالت والے آدمی کی توبہ قبول ہوتی ہے اس کے گُناہ مُعاف کئے جاتے ہیں۔ مدّتِ مقررہ (یعنی موت) کے آنے سے پہلے اور عمل کے ختم ہونے سے پہلے اور جن و اِنس کو ان کے اعمال کا بدلہ دینے سے پہلے، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کا بدلہ دے گا ایسی جگہ جہاں فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور جہاں معذرت نَفع مند نہیں ہوگی اور جہاں پوشیدہ اُمور ظاہر ہوجائیں گے، لوگ اپنے اعمال کا بدلہ لے کر لَوٹیں گے اور متفرق ہو کر اپنے اپنے مقامات کی طرف جائیں گے، پس اس آدمی کے لیے خوش خبری ہے جس نے اللہ پاک کی اِطاعت کی اور اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں مالداری عطا کر کے آزمائے تو اپنی مالداری میں میانہ روی اختیار کرنا، اور اللہ پاک کی رضا کے لیے اپنے آپ کو جھکالو، اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرو، اور مالداری کے وَقت وہ بات کہو جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہی تھی:

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ۖ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ﴾ (النمل: 40) ''یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔''

اور تم فخر و خود پسندی سے اجتناب کرنا اور اسی طرح اپنے رب کے دیئے ہوئے مال کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ یہ تمہاری کسی شرافت کی بنا پر تمہیں ملا ہے یا کسی ایسی فضیلت کی بنیاد پر ملا ہے جو اُن لوگوں میں نہیں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مال نہیں دیا ہے۔ پھر اگر تم نے اللہ پاک کے شکر میں کوتاہی کی تو فقر و فاقہ کا مزہ چکھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو گے جنہوں نے مالداری کی بنیاد پر سرکشی کی اور ان کو اعمال کا بدلہ دنیا میں دے دیا گیا، بے شک میں تمہیں یہ نصیحت کر رہا ہوں حالانکہ میں اِپنے نفس پر بہت ظُلم کرنے والا ہوں، بہت سے اُمور میں غلطی کرنے والا ہوں اور اگر آدمی اپنے اُمور کے ٹھیک ہونے تک اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کامل ہونے تک اپنے بھائی کو نصیحت نہ کرتا تو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیتے اور حرام کاموں کو حلال سمجھنے لگتے، اور نصیحت کرنے والے اور زمین میں اللہ کے لیے خیر خواہی کرنے والے کم ہوجاتے، پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے، اور اسی کے لیے زمین و آسمان میں کبریائی ثابت ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: 309/5)

❀❀❀

قولِ زریں

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی زندگی میں دو افراد کو ہر جگہ پر ڈھونڈا مگر وہ کہیں نہ مل سکے، ایک وہ جس نے ظلم کیا ہو اور وہ اللہ کی پکڑ سے بچ گیا ہو، دوسرا وہ جس نے صدقہ کیا ہو اور وہ غریب ہو گیا ہو۔'' (گلستانِ سعدی)

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- رام اللہ کے مشرقی قصبے برقا میں یہودی آبادکاروں نے ایک مسجد اور متعدد املاک کو نذرِ آتش کر دیا۔ آبادکاروں کے حملوں میں اضافہ ہونے سے مغربی کنارے میں کشیدگی مزید بڑھ گئی ہے۔ اسرائیلی بحریہ نے روزگار کے لیے سمندر میں جانے والے 9 فلسطینی ماہی گیروں کو گرفتار کر لیا، جبکہ مختلف علاقوں میں گرفتاریاں، محاصرے اور روزگار کے مواقع پر پابندیاں عوام کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہیں۔
- غزہ مسلسل خونریزی، تباہی اور انسانی المیے کے بوجھ تلے زندگی گزار رہا ہے۔ گلیاں ملبے کا ڈھیر بن چکی ہیں، گھر یادوں میں بدل گئے ہیں، اور وہ بستیاں جہاں کبھی زندگی کی رونق تھی، آج خاموشی اور درد کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔ یہاں بے گھر افراد کے خیموں میں لگنے والی آگ کے دوران پانی تک دستیاب نہ ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔ الجزیرہ کی رپورٹ میں انکشاف ہوا ہے کہ اکتوبر 2023ء سے اکتوبر 2025ء کے دوران 51 ممالک نے اسرائیل کو 6.885 ارب ڈالر مالیت کا فوجی ساز و سامان فراہم کیا۔ سب سے تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس مجموعی سپلائی کا 91 فیصد حصہ بین الاقوامی عدالتِ انصاف کی جانب سے نسل کشی کے خطرے سے خبردار کیے جانے کے بعد فراہم کیا گیا۔ عالمی سپلائی چین کا انحصار اسرائیل کی فوجی سپلائی کے ایک عالمی نیٹ ورک پر ہے، جس میں سرِفہرست امریکہ 42 فیصد، بھارت 26 فیصد، اس کے بعد رومانیہ، تائیوان اور چیک ریپبلک شامل ہیں، جنہوں نے جنگ سے پہلے کے مقابلے میں اپنی سپلائی میں اضافہ کیا۔ پھر یہ کہ درآمدات کا 62 فیصد حصہ دھماکہ خیز ہتھیاروں پر مشتمل ہے (جیسے بم، میزائل اور بارودی سرنگیں)، جن کی مالیت 550 ملین ڈالر سے زائد ہے۔ اس کے علاوہ بڑی مقدار میں گولہ بارود بھی درآمد کیا گیا، جس کے استعمال کے اوقات میں شہری علاقوں میں شدید حملوں کی اطلاعات سامنے آئیں۔ خاندانوں کی جدائی، بچوں کی محرومی اور انسانی المیے کی داستانیں مسلسل سامنے آ رہی ہیں۔ دیر البلح سے گرفتار کیے گئے ننھے ریان ابوالعجین کی اسرائیلی حراست میں مبینہ تشدد کے بعد شہادت کی خبر نے فلسطینی عوام میں شدید غم و غصہ پیدا کر دیا ہے۔ تباہ شدہ بستیوں، ملبے میں کھیلتے بچوں، بے گھر خاندانوں اور بنیادی سہولتوں سے محروم شہریوں کی مشکلات بدستور بڑھ رہی ہیں تاہم گزشتہ ماہ کے دوران 1701 بچوں کی پیدائش نے امید کی ایک نئی کرن روشن کی ہے۔
- اسرائیلی جیل ''الدامون'' میں قید فلسطینی اسیر خواتین کے نماز کے کپڑے ضبط کیے جانے کی اطلاعات سامنے آئی ہیں، جس پر انسانی حقوق کے حلقوں نے مذہبی آزادی اور انسانی وقار کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا ہے۔
- 2024ء میں گرفتار کیے جانے والے اور غزہ میں زخمیوں اور مریضوں کی خدمت کی علامت سمجھے جانے والے فلسطینی ڈاکٹر حسام ابوصفیہ جنہیں طویل عرصے سے بغیر کسی جرم ثابت ہوئے حراست میں رکھا گیا ہے، اسرائیلی سپریم کورٹ میں ویڈیو لنک کے ذریعے پیش ہوئے۔ دورانِ قید انہیں صحت کے متعدد مسائل کا بھی سامنا رہا ہے۔
- ابوعبیدہ نے مغربی کنارے کے شہر جنین اور وہاں کے مجاہدین کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ شدید محاصرے اور مسلسل حملوں کے باوجود جنین نے استقامت اور مزاحمت کی نئی مثال قائم کی ہے، جو غزہ کے عوام کی جدوجہد سے گہری مماثلت رکھتی ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: امریکہ سے معاہدے پر متضاد بیانات:** ایرانی صدر مسعود پزشکیان نے امریکہ کے ساتھ مجوزہ معاہدے کو ایران کی کامیابی قرار دیا جبکہ وزارت خارجہ نے واضح کیا کہ معاہدے کا مطلب جنگی جرائم کو فراموش کرنا نہیں اور ایران اپنے نقصانات کے ازالے کا مطالبہ جاری رکھے گا۔ اُدھر امریکی میڈیا نے دعویٰ کیا ہے کہ ایران نے افزودہ یورینیم کے ذخائر کی حفاظت کے لیے زیرِ زمین تنصیبات کو سیل اور بعض راستوں پر بارودی سرنگیں نصب کر دی ہیں۔ امریکہ نے ایرانی وزارت دفاع اور اس سے وابستہ نو شخصیات و اداروں پر نئی پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں۔ اسی دوران ایران میں پہلی مرتبہ سزائے موت پانے والے 139 قیدیوں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا جبکہ سرکاری میڈیا کے مطابق آیت اللہ علی خامنہ ای کی تدفین 9 جولائی کو مشہد میں ہوگی۔
- **اسرائیل/فلسطین: غزہ پر حملے جاری، فوجی موجودگی برقرار رکھنے کا اعلان:** امریکا اور ایران کے درمیان مشرقِ وسطیٰ کی جنگ، بشمول لبنان میں جاری تنازعہ، کے خاتمے پر اتفاق کے چند گھنٹوں بعد ہی اسرائیل کے وزیر دفاع اسرائیل کاٹز نے کہا کہ وزیرِاعظم نیتن یاہو اور میں ایک واضح پالیسی پر عمل پیرا ہیں، جس کے تحت اسرائیلی افواج لبنان، شام اور غزہ کے سکیورٹی زونز میں غیر محدود مدت تک موجود رہیں گی تاکہ سرحد اور اسرائیلی آبادیوں کو وہاں سے 'جہادی عناصر' کے خطرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس علاقے کو مقامی رہائشیوں سے خالی کرایا جائے گا۔ اسرائیلی فوج نے غزہ میں حماس کے دو کمانڈروں کو نشانہ بنانے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ فلسطینی ذرائع کے مطابق حملوں میں ایک بچے سمیت متعدد شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ اسرائیل نے متنازعہ ریاست صومالی لینڈ کے صدر کا بھی پہلا سرکاری دورہ کرایا جبکہ قومی سلامتی کے وزیر اِیتمار بن گویر نے اسرائیلی سیکیورٹی کابینہ کے اجلاس کے دوران اپنی فوج سے کہا ہے کہ حزب اللہ پر دباؤ ڈالنے کے لیے لبنانی خواتین اور نوجوانوں کو حراست میں لیں۔
- **یمن: پناہ گزین خاتون بھوک سے جاں بحق:** شمالی یمن کے صوبہ حجہ میں حوثیوں کے زیرِ انتظام ایک پناہ گزین کیمپ میں ایک خاتون بھوک اور طبی سہولتوں کی کمی کے باعث جاں بحق ہو گئی، واضح رہے کہ چند ہفتے قبل اُن کے شوہر کا انتقال بھی انہی حالات میں ہوا تھا۔
- **بھارت: مسلمان خواتین اور کشمیریوں کے خلاف امتیازی سلوک:** بنگلہ دیشی وزیرِاعظم کے مشیر زاہد الرحمان کو پیشگی سفارتی منظوری کے باوجود دہلی ایئرپورٹ پر روک کر طویل پوچھ گچھ کی گئی۔ بھارتی حکام کی مداخلت کے بعد داخلے کی اجازت ملنے کے باوجود انہوں نے واپس ڈھاکہ جانے کو ترجیح دی۔ وزیرِ بلدیات و آبی وسائل سی آر پاٹل نے پاکستان کی جانب بہنے والے پانی کو روکنے کے حکومتی منصوبوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کو ایک بوند پانی بھی جانے نہیں دیں گے۔ مختلف ریاستوں میں کشمیری طلبہ اور تاجروں کو ہراساں کیے جانے کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ مہاراشٹر میں ایک امام مسجد کو ہندوتوا عناصر نے زبردستی ''جے شری رام'' کا نعرہ لگانے پر مجبور کیا۔ دہلی میں ایک 19 سالہ حاملہ مسلمان خاتون پراسرار حالات میں مردہ پائی گئیں، اُن کے اہلِ خانہ نے اجتماعی عصمت دری اور قتل کا الزام عائد کیا ہے۔ دوسری جانب بھارت میں مصنوعی ذہانت کے ذریعے مسلم خواتین کو بدنام کرنے کے واقعات میں اضافے کی اطلاعات ملی ہیں۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
صفائی اور بچت ایک ساتھ
KLINIT
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
With Colour Guard
DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
میرا با اعتماد انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
A proud PAKISTANI brand
Net Weight 1kg
TWO IN ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans+Disinfects
Let your Clothes Smile!
LONG BAR
SUPER SAVING PACK
Whiff
DISHWASH BAR
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.23

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore